www.novelsclubb.com
رعد
از قلم عشاء افضل
Follow us!
Insta:@novelsclubb
FB: Novelsclubb
YouTube:@readwithlaiba

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

رعد

از قلم

عشاء افضل

www.novelsclubb.com

رعد

از قلم عشاء افضل

قسط نمبر بارہ

○○○○○○○○○○

گہری ہوتی کالی رات میں زمین زادوں سے پرے اس ویرانے اور وحشتوں سے بھرپور ماحول میں بے ہوش اس وجود کو دیکھتے یک بارگی برہان کمال کے حسین چہرے پہ تبسم ابھرا۔دل اچانک ہی مطمئن ہوا اور ہوتا بھی کیوں نا۔شکار کو پکڑنے کے بعد اسے ہمیشہ سکون ملتا تھا۔اس نے بوٹ کی ٹھوکر اس شخص کے چہرے پہ دے ماری۔وہ جو اسے دیکھ کر خوف سے کپکپاتے نیم بے ہوشی میں تھا چونک کر اٹھا۔صرف ایک لمحہ لگا اسے یہ سمجھنے میں کہ اس کے سامنے وجود واقعتا اس کے باس کا ہی تھا۔اگلے ہی پل وہ شخص اس کے پاؤں تھامے منت سے گویا ہوا۔

www.novelsclubb.com

"معاف کر دیں باس۔بس آخری غلطی۔" لہجے میں جسم کی مانند کپکپاہٹ طاری تھی۔روح کسی بھی پل پرواز کی تیاری پکڑ سکتی تھی۔خوف ودہشت سے آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

"برہان کمال غلطیاں کرنے والوں کو اپنے ساتھ نہیں رکھتا۔جانتے ہو نا؟"

اس نے تندہی سے جواب دیا۔چہرے پہ ایسا رعب تھا کہ مقابل دب گیا۔یہ وہ پرسکون چہرہ تو نہیں تھا جو دنیا نے دیکھا تھا۔یہ وہ کرخت چہرہ تھا جس سے آشنائی محض چند لوگوں کو ہی تھی۔اس کے پیچھے بھی ایک راز تھا جو صرف برہان کمال جانتا تھا کہ کب عیاں کرنا ہے۔وہ راز رکھنے میں ماہر تھا۔وہ اپنی شخصیت چھپانے کے فن سے آشنا تھا۔

"باس مجھے سمجھ نہیں آیا نشانہ۔۔۔کیسے چوک گیا۔بلکہ نہیں۔۔۔میں نے تو صرف ایک ہی گولی چلائی تھی وہ بھی بالکل ایسے کہ صرف آپ کے بازو کو چھو کر

www.novelsclubb.com

گزرتی۔ آپ پہ وہ گولیاں کسی اور نے چلائی تھیں۔" اپنی صفائی میں کہنے کو الفاظ حلق سے نکالے۔ ورنہ سامنے کھڑے شخص سے کچھ بعید نہیں تھا۔

"دوسروں پہ الزام ڈال کر اپنی نااہلی چھپا رہے ہو؟" اس نے پاؤں کی ٹھوکر مار کر مقابل کو پرے پھینکا۔

"آپ نے جیسا کہا تھا میں نے ویسا ہی کیا باس۔ خدا کی قسم گولی صرف آپ کے بازو پہ ہی چلائی تھی مگر باقی گولیاں کہاں سے آئیں میں نہیں جانتا۔" دوبارہ اس کے قدموں کے پاس ہوتے اس نے بات دہرائی۔ منت ولجاجت۔ آہ وبکا!

"خدا کی قسم کھا رہے ہو تو مان لیتا ہوں۔ مگر سزا تو ملے گی۔" اس بار برہان نے اسے ٹھوکر نہیں ماری۔ مگر وہ شخص قدرے پیچھے ہٹا۔

"باس پلیز مجھے معاف کر دیں۔ بس۔۔۔ بس پہلی اور آخری غلطی سمجھ لیں۔"

جانتا تھا کہ غلطی نہ بھی ہوئی تو غلط فہمی کی بنیاد پہ ہی مقابل اسے سزا دے ڈالے گا۔

"برہان کمال مستحق کو سزا دیے بغیر نہیں چھوڑتا۔" اس نے باور کروایا۔

www.novelsclubb.com

برہان نے جیکٹ کی جیب میں اڑسا جدید پسٹل باہر نکالا۔خوف،اذیت،ڈر، وحشت،بے چینی،منت کونسا تاثر تھا جو فرید کے چہرے پہ نہیں تھا۔مگر برہان کمال چہرے کہاں دیکھتا تھا وہ کرتوت دیکھ کر فیصلے کرتا تھا۔

پہلی گولی کا نشانہ اس کی دائیں ٹانگ تھی۔برہان نے فائر کیا۔جھٹکے سے وہ لوہے کی گولی فرید کی ٹانگ میں جا کر گھسی۔ویرانے میں اس کی دلسوز چیخ گونجی۔مگر برہان کے سرد تاثرات میں کوئی فرق نہ آیا۔لمحوں میں خون بھل بھل کر باہر آنے لگا۔وہ سڑک پہ اپنی ٹانگ پکڑے تڑپنے لگا۔

"گھٹیا انسان تین گولیاں ماری تو نے مجھے۔"جبڑے بھینچے اس نے دوسرا فائر کیا جو اس کے پیٹ میں جا کر لگا۔وہ کراہنے لگا۔اندوہناک چیخوں سے بھی برہان کمال کے چہرے پہ کوئی انسانیت والا تاثر نہ آیا۔

"تیری تو تین پشتیں یاد رکھیں گیں۔"تیسرا فائر اس کے بائیں بازو کی طرف نشانہ باندھ کر کیا۔

"جب کہا تھا صرف ایک گولی۔۔۔۔ صرف ایک گولی چھو کر گزرنی چاہئے۔ تو تجھے سیریس لینا چاہئے تھا۔" وہ شخص تڑپ تڑپ کر بے حال ہو گیا۔ اس کی دلخراش چیخ وپکار پہ پرندے بھی گھونسلوں میں دبک کر بیٹھ گئے۔ سیاہ آسمان اس سیاہ انسان کو دیکھ کر افسوس کرتا رہ گیا۔ بادلوں نے جھرجھری لے کر یہ خونی منظر دیکھا۔ ہواوں نے رخ تبدیل کر لیا کہ انہیں اس میں خون کی بو شامل نہیں ہونے دینی تھی۔ پسٹل کو واپس جیب میں اڑستے اس نے جیکٹ درست کی۔ پھر چند لمحے اس کی تکلیف دہ حالت ملاحظہ کی۔ تسلی کر کے فون نکالا۔

"یا خدا یہ آپ کے ساتھ کس نے کیا۔ رکیں میں ایمبولینس بلواتا ہوں۔" چہرے پہ فکر مندی سجائے اس نے ہانپتے ہوئے ایمبولینس کو اطلاع دی۔

"میں منسٹر دانیال کمال کا پوتا برہان کمال بول رہا ہوں۔ یہاں راستے میں ایک شخص کو بہت بری طرح گولیاں ماری گئیں ہیں۔ خدارا جلدی پہنچ جائیں ورنہ وہ مر جائے

www.novelsclubb.com

گا۔"فون بند کر کے وہ اس کی طرف متوجہ ہوا جو گہری سانسیں بھرتے شاید آخری بار اس دنیا کو دیکھ رہا تھا۔

"فکر نہیں کرو۔ مروگے نہیں۔ برہان کمال نہیں چوکتا۔ لیکن معذوری۔۔۔ چچ چچ تم اپاہج ہو جاوگے۔اور برہان کمال جیسا نرم دل شخص تمہیں اپنے گھر یا آفس میں نوکری دے گا۔ تمہارے بچوں کو مفت تعلیم دے گا۔اور سیاست میں اپنا نام بنائے گا۔ آفٹر رول سیاست میری کمزوری ہے۔"یوں بولتے ہوئے وہ کوئی سائیکو پیتھ معلوم ہو رہا تھا۔ کوئی برہان کمال کے اس روپ سے واقفیت حاصل کر لیتا تو سانس تھام لیتا۔ وہ معصوم ولاپرواہ سا مرد اس قدر سفاک ہو سکتا تھا؟

سائرن کی آوازیں آئیں تو وہ مسکرایا۔وہ جانتا تھا کہ ریکسیو کا ڈیپارٹمنٹ محض چار سے پانچ منٹ کے فاصلے پہ تھا۔ ریسکیو کی ٹیمیں ان کے قریب آئیں۔ وہ لوگ اب فرید کو سٹریچر پہ ڈال رہے تھے۔ برہان کمال کے چہرے پہ چھائی پریشانی دیکھ کر کسی نے اس سے کچھ نہ پوچھا۔

www.novelsclubb.com

"پلیز اسے بچا لو۔اس کے بچے چھوٹے چھوٹے ہونگے۔وہ باپ کے بغیر کیسے زندہ رہیں گے ؟"سٹریچر کے قریب بڑھتے اس نے التجائیہ کہا تو وہ سیاست دان کا اتنا نرم دل دیکھ کر حیران ہوئے۔

"میں بھی جاوں گا اس کے ساتھ "اس نے اٹل لہجے میں کہا۔کیونکہ وہ تمام کاروائی اپنے طریقے سے کروانے کا خواہش مند تھا۔

"مگر سر۔۔۔"

"میں نے کہا نا میں جاوں گا۔"اس بار لہجے میں رعب تھا۔

"اوکے سر"

پولیس کو اطلاع دیتے ہی انہوں نے سٹریچر ایمبولینس کے اندر ڈالا۔فرید کی آنکھیں بند تھیں مگر سماعت ابھی باقی تھی۔اس نے سماعت بند ہونے سے قبل آخری الفاظ سنے۔

"میرا شکار بننے کا شکریہ"

وہ کروڑوں میں بھی اس آواز کو پہچان سکتا تھا۔یہ برہان کمال کی وہ آواز تھی۔ جسے وہ کسی کو سزا دینے کے بعد تبدیل کرتا تھا۔

☆☆☆

برلن پہ آج بہار اترتی دکھائی دے رہی تھی۔ کنزہ درست کہتی تھی جس روز حدید عالم برلن میں موجود ہوتا تھا پھول کھل جاتے تھے۔تاریکی فنا ہو جاتی تھی۔ فضا رقص کناں ہو جاتی تھی۔

اسی خوشگوار موسم میں حدید دونوں کو لیے اپارٹمنٹ آیا۔آٹھ منزلہ بلڈنگ کے پہلے فلور پہ واقع خوبصورت، پرتعیش، نفیس اور سادگی کا عکس یہ اپارٹمنٹ حدید کی پسند کا تھا۔اندر داخل ہونے پہ چھوٹی سی راہداری کے بعد ایک ڈرائنگ روم موجود تھا۔سامنے قدرے وسیع ٹی وی لاونج جہاں ایل شیپ صوفہ کے ساتھ ایک ونگ چیئر موجود تھی۔ٹی وی سکرین کے نیچے قدرے دائیں طرف آگ جلا کر ماحول کو گرم بنانے کے لیے چمنی بنائی گئی تھی۔ٹی وی لاونج سے ملحقہ چھوٹا سا کچن تھا۔ جس کے ساتھ دو کمرے موجود تھے۔دایاں کمرہ عائشہ کے لیے مختص کیا گیا تھا۔

حدید اور زخرف نے سارا سامان فلحال ڈرائینگ روم میں رکھ دیا۔پیکڈ فوڈ کے کنٹینرز جو پہلے سے ہی کچن میں موجود تھے۔حدید نے وہ گرم کر کے ٹیبل پہ رکھے تو تینوں نے مل کر کھانا کھایا۔ہلکی پھلکی گفتگو کے بعد عائشہ کی طبیعت کچھ بوجھل ہوئی تو وہ آرام کرنے کے لیے کمرے میں چلی گئیں۔

اب منظر کچھ یوں تھا کہ حدید خاموشی سے کرسی پہ بیٹھا گہری سوچ میں تھا۔اور زخرف فریج کے پاس کھڑی تھی۔

"زخرف" وہ جو بچا ہوا کھانا فریج میں رکھ رہی تھی حدید کی پکار پہ بھنویں اچکا کر اسے سوالیہ دیکھا۔چند لمحے حدید نے اس کا پلٹنا دیکھا۔سفید مڈی ڈریس میں لانگ شوز پہنے وہ تھکی تھکی سی تھی۔شاید وہ زیادہ سفر کرنے کی عادی نہ تھی۔یا شاید حالات نے اسے تھکا دیا تھا۔

"مام کو دوا دے دینا۔" فکر مندی سے کہا۔

"وہی دینے والی ہوں۔" اس نے مسکرا کر بتایا۔ وہ اس کی ماں کا خیال رکھتا تھا اور یوں رکھتا تھا کہ وہ بھول جاتی تھی کہ عائشہ دراصل کس کی ماں ہے۔

"کیا تم کچھ دیر یہاں بیٹھو گی؟"

"شیور" برتن سمیٹنا چھوڑ کر وہ اس کے ساتھ والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"صبح سے تم واپس شوٹنگ کے لیے جاؤ گی۔" جانے اس نے پوچھا تھا یا بتایا نور اندازہ نہ کر پائی۔ اس نے محض سر ہلا دیا۔

"مام گھر میں تنہا ہوں گی۔" اس نے اگلا فقرہ جوڑا۔

"یا خدا! یہ بات مجھے پہلے کیوں نہیں یاد آئی۔" اس نے سر پکڑا۔ وہ اتنی بیوقوف اور کم عقل تو نہ تھی۔

"ریلیکس۔ میں نے اس لیے یہ نہیں کہا کہ تم پریشان ہو جاؤ۔ ڈاکٹرز نے انہیں مکمل ریکور ہونے کے بعد ہی ڈسچارج کیا تھا۔ اسی لیے وہ پاکستان سے باہر سفر کر

www.novelsclubb.com

پائیں ہیں۔اس لیے اب تم سکون کر سکتی ہو۔"اس کے تسلی آمیز لہجے پہ زخرف کے ماتھے کے بل غائب ہوئے۔

"کسی نے تمہیں بتایا کہ تم تسلی بہت اچھی دیتے ہو۔" کہنیوں کو ٹیبل کی سطح پہ ٹکائے دائیں ہاتھ میں اپنا چہرہ گھسائے وہ ممنون لہجے میں بولی۔

"کوئی کیسے بتائے گا جب میں نے کبھی کسی کو تسلی دی ہی نہیں۔"عجب شان بے نیازی تھی۔

"جھوٹ بھی بولتے ہو۔" چہرے کو ہاتھوں کی قید سے رہائی دی۔

"ایسے ویسے" یہاں بے نیازی میں رتی بھر فرق نہ آیا۔

"اچھا تم وہ بات بتاؤ جو بتانے والے تھے۔"

"ہاں تو میرا یہ بات کرنے کا مقصد کچھ اور ہے۔" بات کرتے ہوئے اس نے ہلکی بڑھی شیو پہ ہاتھ پھیرا تو زخرف کی نگاہ اس کے بائیں ہاتھ کی انگلی میں پہنے سیاہ پتھر

پہ ٹھہر سی گئی۔ وہ سیاہ پتھر اس کے صاف رنگ پہ بہت جچ رہا تھا۔اس کے ابرو تعریفی انداز میں یکجا ہوئے مگر اس نے ظاہر نہیں ہونے دیا۔

"مام کو ان کی دوست کے پاس نہیں بھیجنا زخرف" اس نے مدعے کی بات کی تو وہ پتھر سے نظریں ہٹا گئی۔

"لیکن میں انہیں کیسے روک سکتی ہوں؟ اور کیوں نہیں بھیجنا؟ کیا کوئی ایسی بات ہے جو تم چھپا رہے ہو؟ حدید پلیز مجھ سے کچھ نہیں چھپانا۔پہلے ہی رازوں کی ایک بند کتاب میرے سینے میں خنجر کی طرح پیوست ہے۔مزید کسی راز کی متحمل نہیں ہوں۔" بیک وقت ڈھیروں سوال کرتی وہ لڑکی پریشانی کی عملی مورت دکھی۔

حدید نے گہرا سانس بھرا۔وہ اس کی تکالیف چننا چاہتا تھا مگر وہ خود کو رازوں سے آشنائی دلا کر خود اذیتیں چاہتی تھی۔وہ اسے کیسے سمجھاتا کہ ان رازوں کو جاننے کے بعد وہ حدید سے دور ہو جائے گی۔وہ اسے کیسے خود سے دور جانے سے روکتا؟

www.novelsclubb.com

"کیا تم مجھ پہ بھروسہ کرتی ہو؟" سوال غیر متوقع تھا۔ نور کا ٹھٹکنا بھی اچانک تھا۔

"اس کا اس بات سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔" خود کو گزرے لمحے کی قید سے نجات دلا کر جواب دیا۔

"ہر بات یہی آکر ختم ہو گی زخرف۔ کیا تم مجھ پہ بھروسہ کرو گی؟" جانے کیوں بس وہ جاننا چاہتا تھا کہ کیا اب وہ قابل اعتبار ہو چکا ہے؟

"تم پھر مجھے کچھ نہیں بتاؤ گے۔ میں جان چکی ہوں۔" تھکا ہارا انداز۔

"بس اتنا جان لو کہ میرے پاس تمہارے اور مام کے علاوہ کوئی ایسا رشتہ نہیں ہے جن کو کھونے کا مجھے خوف ہو۔" سیاہ آنکھوں میں حزن و ملال یکجا ہونے لگے۔ لمبی پلکوں پہ کئی التجائیں رقص کناں ہوئیں۔

"اور ابراہیم وجدانی؟" وہ حدید کی ان سے وابستگی سے لاعلم تو نہ تھی۔

"ان سے مجھے اپنے بابا کی خوشبو آتی ہے۔ وہ جنہوں نے حدید عالم کو وہ بنایا جو وہ آج ہے۔"

"اور ان کی بیٹی؟" حلق میں گلٹی ابھری۔ سماعت تجسس کی زد میں آئی۔ حواس مجمع ہو گئے۔

"کنزہ۔۔۔" ایک آسودہ سی مسکراہٹ نے اس کے چہرے پہ جھلک دکھائی تو نور نے سانس ساکن کر لی۔

"کنزہ میرے لیے بہت خاص ہے۔ جو وہ ہے، وہ کوئی نہیں۔" آنکھوں میں کوئی فلم منظر کشی کرنے لگی۔ جذبات میں نرمی در آئی۔ آنکھوں میں چمک اور ہونٹوں پہ مسکراہٹ۔ ہر منظر کو نور کی نگاہوں نے غور سے بدلتے دیکھا۔

"کیا تم۔۔۔" الفاظ حلق سے باہر نہ نکل سکے۔ ہمت مفقود جو ہو گئی۔

"میں تم سے کوئی اور بات کر رہا تھا۔ خیر چھوڑو۔ بس مام کو ان کی دوست کی طرف نہیں جانے دینا۔ مجھے امید ہے تم میری بات مان لو گی۔ اب میں چلتا ہوں۔" وہ

کرسی دھکیل کر اٹھا تو وہ بے ساختہ ہی اس کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔ وہ دراز قد ہونے کے باعث اس کے کندھے تک آتی تھی مگر ہیلز کے باعث ان دونوں کے درمیان قد کا فرق واضح نہ تھا۔

"تم نے تو کہا تھا کہ آج یہیں رکو گے۔" اسے ائیر پورٹ والی بات یاد کروائی جو وہ شاید بھول چکا تھا۔

"ہاں کہا تو تھا۔ لیکن ضروری کام ہے۔"

"کہاں جاؤ گے؟" اگلا سوال گھات لگائے تیار تھا۔

"برلن میرا شہر ہے۔ کہیں پہ بھی جا سکتا ہوں۔" اس نے اپنائیت سے جواب دیا۔ جانے یہ برلن کا ذکر تھا یا نور کی اس کے لیے فکر کا خیال۔ مسکراہٹ نے اس کے لبوں کو اپنی حراست میں لے لیا۔

"لیکن برلن والوں کے نزدیک ابھی تم یہاں نہیں ہو۔" اس نے گویا یاد کروایا۔

www.novelsclubb.com

"تم چاہتی ہو میں رک جاوں؟" یہ سوال بھی اچانک تھا۔ وہ اس کے لیے تیار نہ تھی۔

"ہر گز نہیں۔ میں ایسا کچھ نہیں چاہتی۔ لیکن۔۔۔"

"تم مام کے پاس جا کر سو جاو۔ میں یہیں پہ ہوں۔" اس نے آنکھوں کو چند سیکنڈ کے لیے بند کر کے کھولتے تشفی کروائی۔ وہ اس کے رکنے کا سن کر پر سکون ہو گئی۔

"تم دوسرا کمرہ استعمال کر سکتے ہو۔" یوں بتایا گویا اسے اپنے گھر میں روک رہی ہو۔

"ضرورت نہیں۔ مجھے فون پہ کچھ کام ہے۔ میں لاونج میں ہی بیٹھ جاوں گا۔"

"مگر۔۔۔۔"

"ٹھیک ہے۔ میں دوسرے کمرے میں چلا جاتا ہوں۔" وہ اس کی ادھوری باتیں سمجھ جاتا تھا۔

"میں مام کے پاس جا رہی ہو۔"

اس کے یہاں رکنے کی تسلی کر کے اس نے اپنا ارادہ بتایا۔ حدید نے مسکرا کے سر کو خم دیا تو وہ وہاں سے ہٹ گئی۔

☆☆☆

وہ مسلسل بے چینی اور کلفت کا شکار تھا۔ اس نے اپنا بند فون سائیڈ ٹیبل پہ نکال کر رکھا۔ پھر پینٹ کی جیب سے دوسرا فون نکالا۔ یہ نمبر صرف ایک شخص کے لیے مخصوص تھا۔ اس نے ڈینیل رچرڈ کو کال ملائی۔

"پراجیکٹ کی تکمیل میں کتنا وقت باقی ہے؟" سنجیدہ آواز۔

"سارے ٹرائل کامیاب ہو چکے ہیں۔ بہت جلد ہم اسے لانچ کر سکتے ہیں۔" پرامید سوز۔

"آپ جانتے ہیں نا کہ ابھی یہ لانچ نہیں ہو گا۔" اس نے یقین دہانی چاہی۔

"آف کورس حدید میں جانتا ہوں۔ مجھ پہ اعتبار کرنا تمہارے زندگی کا سب سے بہترین فیصلہ ہو گا۔"

www.novelsclubb.com

"ہوں۔" فون بند کر کے وہ کچن میں آیا۔ اسے ایسپریسو کی شدید طلب ہو رہی تھی۔ ایسپریسو بنانے کے بعد مگ تھامے وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ پھر اچانک اس کے قدم ساکت ہوئے۔ عائشہ کے کمرے کا دروازہ نیم وا تھا۔ شاید زخرف جلدی میں اسے بند کرنا بھول گئی تھی۔ بے اختیار اس کی نگاہ بیڈ پہ سوئی عائشہ کے ساتھ لیٹی زخرف پہ پھسلی۔ لحاف کو گردن تک اوڑھے وہ پر سکون سی سو رہی تھی۔ چند ساعتیں اس منظر کو آنکھوں میں بھرتے اس نے دروازہ بند کر دیا۔

"تم مانو یا نا مانو تم مجھ پہ بھروسہ کرنے لگی ہو۔" خوشگوار احساس نے اسے اپنی لپیٹ میں لیا۔ ساری پریشانی و ویرانی چھٹ گئی۔ دل جب محبت کی روداد سنائے تو غم فرار ہو جاتے ہیں۔ حدید عالم کی زندگی میں بھی محبت پورے زور و شور سے وارد ہوئی تھی۔

☆☆☆

کنزہ ابراہیم کے لیے یہ رات کاٹنا پر مشقت تھا۔ وقت اتنا سست رو ہو چکا تھا کہ اسے انتظار کرنا مشکل لگنے لگا۔ وہ بیڈ پہ لیٹی چھت کو دیکھتے کسی اور ہی دنیا میں کھوئی لگ

رہی تھی۔اچانک چھت پگھلتے ہوئے تحلیل ہوئی اور سرد ہوا کے جھونکے نے اسے ایک پرانے خیال میں بھٹکا دیا۔

"حدید کیا تم میرے ساتھ سکول چلو گے ؟" سکول یونیفارم میں ملبوس بچی اپنے سے سات سال بڑے لڑکے کو دیکھتے لجاجت سے بولی تو اس لڑکے نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔پھر نفی میں سر ہلا دیا۔

"دیکھنا کوئی تمہیں کچھ بھی نہیں کہے گا۔میں تمہارے ساتھ رہونگی۔" وہ اسے پختہ یقین دلا رہی تھی تاکہ وہ اس کے ساتھ جانے کے لیے آمادہ ہو جائے۔حدید نے نظر اٹھا کر اس لڑکی کو دیکھا جو اپنی عمر سے بڑی باتیں کر رہی تھی۔

"تم کیسے ضمانت دے سکتی ہو؟" اسے نے اچنبھے سے دریافت کیا۔کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ لوگ اسے کیا کیا کہہ کر پکاریں گے۔پھر وہ کیسے تسلیاں دی رہی تھی۔

"میں بہت اچھی بچی ہوں۔جب میں سب کو بتاوں گی کہ تم میرے دوست ہو تو دیکھنا سب تم سے پیار کریں گے۔" ہاتھ ہلا ہلا کر کہتے ہوئے وہ مکمل طور پہ پر اعتماد

www.novelsclubb.com

تھی۔ چہرے پہ بلا کی معصومیت اور لہجے میں انتہا کی اپنائیت تھی۔ حدید نہ چاہتے ہوئے بھی اس سے بات کرنے لگا۔

"اور اگر ایسا نہ ہوا تو؟"

"کان پاس کرو۔" حدید نے اپنا چہرہ اس کے قریب کیا۔

"پھر ہم انہیں مار کر بھاگ آئیں گے۔" دھیمی سی پر جوش سرگوشی نے مہینوں بعد حدید کو مسکرانے پہ مجبور کیا۔ یہ مسکان اس کے چہرے پہ کتنی اجنبی محسوس ہوئی تھی لیکن یہ دل کی آئینہ زار تھی۔ وہ کافی عرصے بعد دل سے مسکرایا تھا۔

"تم ہنستے ہوئے بہت اچھے لگتے ہو۔ ایسے ہی ہنستے رہا کرو۔ مجھے نا ہنستے مسکراتے لوگ بہت پسند ہیں۔" آنکھیں پٹپٹا کر کہتے ہوئے وہ بہت نرم دل سی لگی۔ وہ لڑکی انتہائی بے ضرر اور نرم دل تھی۔

"تم اتنی سمجھ داری والی باتیں کیسے کرتی ہو؟" وہ پر تجسس ہوا۔ اتنی چھوٹی عمر میں جب زندگی میں کوئی حادثہ بھی نہ ہوا ہو آخر انسان اتنا سمجھدار کیسے ہو سکتا ہے؟

"بابا کہتے ہیں جن کی مائیں نہیں ہوتیں وہ جلدی میچور ہو جاتے ہیں۔" باپ کی بات کا حوالہ دیتے ہوئے اس نے اپنے اعتماد کی وجہ بتائی۔

"اور جن کے باپ بھی مر جائیں؟" سوال اچانک تھا۔ تاثرات پرانے اور زخمی۔ پل بھر میں سیاہ آنکھیں سرخ ہوئیں۔

"وہ کنزہ سے دوستی کر لیں۔ کنزہ بہت اچھی دوست بنتی ہے۔" اس نے حدید کی سنجیدگی سے بھرپور بات کو اتنے خوبصورت طریقے سے میٹھا کیا کہ وہ چند لمحے کے لیے اپنا ہر غم بھول گیا۔

"کنزہ میری دوست بنے گی؟" حدید نے نرمی سے مطالبہ پیش کیا۔

"اونہوں" اس نے نخرے سے رد کر دیا۔

"کیوں؟"

"آفر میں نے دی تھی تو سوال بھی میں ہی کروں گی۔ بولو کنزہ ابراہیم سے پکی والی دوستی منظور؟"

www.novelsclubb.com

"منظور"

دونوں نے ہاتھ ملا کر وعدہ کیا۔ چاہے دکھ ہو یا سکھ وہ دونوں ہمیشہ ایک دوسرے کے دوست رہیں گے۔

چھت واپس جمتے ہوئے نظر کے سامنے آئی تو کنزہ کے چہرے پہ رونق بکھیر گئی۔

اس دن سے کنزہ ابراہیم نے یہ دوستی نبھائی تھی۔ وہ حدید عالم کی واحد دوست تھی جس نے اسے اس وقت ہنسایا تھا جب زندگی اس پہ تنگ تھی۔ وہ اس کی مشکلوں کی ساتھی تھی۔ وہ اس کے راحت بخش دنوں کی نوید تھی۔ وہ حدید عالم کے لیے سراپا عزت و تکریم تھی۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆

رات کے کسی پہر اس کی آنکھ کھلی تو عائشہ کو جائے نماز پہ بیٹھے دیکھ وہ مندی مندی آنکھوں کو بمشکل کھولے اٹھ بیٹھی۔ وال کلاک پہ نظر ڈالی تو رات تین کے قریب کا وقت تھا۔ غالباً وہ تہجد پڑھ رہی تھیں۔ اس کا دل بوجھل ہو گیا۔ واپس بستر پہ لیٹتے وہ آنکھیں بند کر گئی۔ کس پل آنکھ لگی اندازہ نہیں ہو سکا۔ دوبارہ اس کی آنکھ کسی

آواز پہ کھلی۔شاید دروازہ کھول کر بند کیے جانے کی آواز تھی۔اس نے وقت دیکھا تو گھڑی پانچ بجا رہی تھی۔ گرم بستر سے نکلنے کا دل نہیں چاہ رہا تھا مگر دل۔۔۔۔دل تو کچھ اور بھی چاہ رہا تھا۔اس نے ایک نظر بستر پہ کروٹ لیے سوئی عائشہ کو دیکھا پھر خود پر سے کمبل اتارتے واش روم کا رخ کیا۔ گرم پانی سے وضو کرنے کے بعد وہ کمرے سے باہر چلی آئی۔ جائے نماز کو لاؤنج میں بچھا کر اس نے آتش دان میں آگ جلائی۔اچانک کسی خیال کے تحت وہ حدید کے کمرے کی طرف آئی۔اس کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔یعنی وہ وہاں موجود نہیں تھا۔اسے دکھ ہوا۔وہ اس کے روکنے کے باوجود چلا گیا تھا۔کیا وہ ایک رات بھی یہاں ٹھہر نہیں سکتا تھا؟ حتی الامکان اپنے جذبات سے نظریں چراتے وہ واپس جائے نماز کی طرف بڑھی۔ اس نے نماز پڑھنی شروع کی۔دل پہ بوجھ بڑھتا گیا۔اجنبیت قائم رہی۔ مگر فرض ادا ہو گیا۔بے چین دل کے ساتھ اس نے فضا میں ہاتھ بلند کیے۔ کئی لمحات ہتھیلیوں کو گھورنے کے بعد اس نے دعا مانگنی چاہی مگر لب ہلنے سے قاصر تھے۔

اسی لمحے کوئی اپارٹمنٹ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ نور نے بے اختیار نگاہ اٹھا کر سامنے دیکھا۔ وہ حدید تھا۔ غالباً وہ نماز پڑھ کر لوٹا تھا۔ اس نے واپس اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ پھر زیر لب کچھ پڑھنا شروع کیا۔ حدید اپنا کوٹ اتار کر مڑا تو اسے جائے نماز پہ بیٹھے دیکھ وہیں رک گیا۔ یہ منظر انتہائی غیر متوقع مگر پاکیزہ تھا۔ اس کے لب ہولے سے ہلے۔ شاید اس نے کچھ پڑھا۔ پھر وہ قدم قدم چلتا ایک صوفہ پہ آ کر بیٹھ گیا۔ زخرف آنکھیں بند کیے اپنی دعا میں مشغول رہی۔ اور وہ چاہ کر بھی اس سے نگاہ نہیں ہٹا سکا۔ دعا مکمل کر کے اس نے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرے تو وہ نگاہیں پھیر گیا۔ زخرف نے جائے نماز تہ کر کے وہیں ٹیبل پہ رکھا۔ اس کے یہاں بیٹھے رہنے سے وہ جان گئی کہ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔ سو وہ اس کے ساتھ والے صوفے پہ بیٹھ گئی۔ دہرا کیا ہوا دوپٹہ کھولا تو سنہری بالوں نے اپنی جھلک دکھائی۔ وہ اسی سنہری پن میں کہیں کھو سا گیا۔ پھر جھرجھری لے کر خود کو ٹوکا۔

"تمہیں ٹرانسپورٹ کا مسئلہ ہو گا۔" سلسلہ کلام جوڑا۔

"میں مینج کرلوں گی۔" دھیمی سی مسکراہٹ سے جواب دیا۔

"تم میری گاڑی۔۔۔میرا مطلب میں تمہارے لیے گاڑی کا بندوبست کروادیتا ہوں۔"

"مجھے سیٹ کے علاوہ کہیں نہیں جانا۔وہاں میں ٹیکسی پہ چلی جاوں گی۔اور ویسے بھی میرے پاس ڈرائیونگ لائسنس نہیں ہے۔اور بقول تمہارے مجھے بچانے میرے نانا تو آنہیں سکتے۔" اس نے اسی کی بات لوٹاتے بات ختم کرنا چاہی۔

"میں تمہیں ڈرائیونگ کرنے کو کہہ بھی نہیں رہا۔میں ڈرائیور سمیت گاڑی بھجوا دوں گا۔" اس نے تردید بھی نہیں کی اور حل بھی پیش کردیا۔

"مگر میں اسے استعمال نہیں کروں گی حدید۔جو کام میں خود کرسکتی ہوں وہ میں خود کروں گی۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر اپنا فیصلہ سنایا۔

www.novelsclubb.com

"جیسے تمہیں ٹھیک لگے۔" حدید نے اس کے فیصلے کا احترام کیا۔وہ جانتا تھا کہ اس کی بیوی ضدی ہے اور اپنا بھرم رکھنے کے لیے وہ مشکل کو بھی آسان بنا کر پیش کرنے کی عادی تھی۔اسے اس کا بھرم رکھنا تھا۔

"میں جارہا ہوں۔جب کبھی موقع ملا تو یہاں آوں گا۔مام کو میں اپنے طریقے سے سمجھادوں گا۔وہ میری غیر موجودگی پہ خائف نہیں ہوں گی۔جب تمہیں ضرورت ہو مجھے فون کر دینا۔میں تم سے صرف ایک کال یا میسج کی دوری پہ رہوں گا۔"اس کی بات پہ وہ پوچھنا چاہتی تھی کہ وہ کیوں جارہا ہے؟وہ یہ کیوں کہہ رہا ہے کہ وہ صرف کبھی کبھار ہی آئے گا؟کیا حدید عالم ان سے دور ہو جائے گا؟کیا برلن اسے اس حدید جیسا نہیں رہنے دے گا جیساوہ پاکستان میں تھا؟

سارے سوالات پہ بند باندھتے اس نے مختصر جواب دیا۔

"شکریہ" تبسم کی ہلکی سی لکیر مسلسل چہرے کا حصہ بنی ہوئی تھی۔شاید وہ اس کی نرمی پہ نرم تھی۔

www.novelsclubb.com

"شرمندہ نہیں کرو۔" وہ خجل سا ہوا۔

"تم شرمندہ بھی ہوتے ہو؟" طنز نہیں تھا۔

"اس بات پہ میں برا مان سکتا ہوں۔" مگر اس نے احتجاج کیا۔

"پر نہیں مانو گے۔ چائے بنانے جا رہی ہوں تمہارے لیے بھی لاؤں؟" دوپٹہ جو جھول کر زمین بوسی کر رہا تھا اسے کندھے پہ ڈالتے پوچھا۔

"نہیں مجھے ابھی نکلنا ہے۔" وہ صوفے سے اٹھ کر اس کمرے کی طرف گیا جہاں اس کا سامان موجود تھا۔ زخرف کچن میں چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے دروازہ کھل کر بند ہونے کی آواز سنی۔ ایک لمحے کو دل کی دھڑکن ساکت ہوئی۔ مگر کمرے سے آتی عائشہ کی پکار پہ وہ سنبھل کر ان کے کمرے میں چلی گئی۔

☆☆☆

بیڈ پہ ٹانگیں لمبی کر کے لیٹے پشت کو کراؤن سے چپکائے وہ سامنے لگی ایل ای ڈی میں ابھرتی شہ سرخیاں پڑھ رہا تھا۔ ہر چینل اس وقت ایک ہی خبر مسلسل دہرا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"ایک غریب، کمزور اور بے کس انسان کو بچا کر اس کے سارے علاج کا خرچہ برہان کمال نے اٹھایا۔"

"ساتھ ہی یہ یقین دہانی کروائی کہ اس شخص کے بچوں کو وہ اعلی سکول میں تعلم دلوائیں گے۔"

"بورنگ ہو رہا ہے اب" اس نے کیبل بند کرتے بڑبڑاہٹ کی۔ صبح سے چار لائینیں سن سن اور پڑھ پڑھ کر اسے اب الجھن ہونے لگی تھی۔ فون اٹھا کر کال لاگ کھولی۔ پھر ایک کال ملائی۔ چند بار گھنٹی بجنے کے بعد کال اٹھا لی گئی۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اس کی پکار کبھی رد نہیں کر سکتی۔

www.novelsclubb.com

"کیا ٹھیک سے پہنچ گئی؟"

"ہاں"

"پھوپھو کی طبیعت ٹھیک ہے؟"

"ہاں"

"تم مصروف ہو؟"

"ہاں"

"شوٹنگ پہ جارہی ہو؟"

"ہاں"

"کیا ہے یار کب سے میں ہی سوال کر رہا ہوں۔اور تم بس ہاں کرتی چلی جارہی ہو۔" وہ جھنجھلا اٹھا۔

"برہان مجھے فوراسیٹ پہ پہنچنا ہے۔میں اس وقت سڑک پہ کھڑی ٹیکسی کا انتظار کر رہی ہوں۔" اس نے دھیمی آواز میں حالات بتائے۔

"اس نے تمہیں گاڑی نہیں دی؟" لہجہ کچھ چبھتا ہوا تھا۔

"میں اس کی ذمہ داری نہیں ہوں برہان" اس نے زور دیا۔

"ہاں لیکن میری ہو۔میرا ایک دوست ہے برلن میں۔میں اس کے ہاتھ تمہیں گاڑی بجھوارہا ہوں۔اپنے اپارٹمنٹ کا پتا بھی بھیج دو۔"

www.novelsclubb.com

"برہان۔۔۔"

"تم انکار نہیں کرو گی سونا۔" اس نے اٹل لہجے میں کہا۔

"اور میں ایسا کیوں نہیں کروں گی؟"

"کیونکہ یہ میرا مان ہے تم پہ" اپنائیت کا احساس۔

"ایموشنل بلیک میل مت کرو برہان" تنبیہی انداز۔

"تم کہاں کسی کی بلیک میلنگ میں آنے والی ہو۔" اس نے ہنس کر اس کی بات ٹال دی۔

"میرے پاس ڈرائیونگ لائسنس نہیں ہے برہان۔ یہ پاکستان بھی نہیں ہے۔ میں کسی قسم کی پریشانی اٹھانے کی متحمل نہیں ہوں۔ مجھے صرف اپنا کام کر کے واپس لوٹنا ہے۔ اب میں فون رکھ رہی ہوں۔ مجھے یاد آگیا مجھے کچھ خریدنا تھا۔ خدا حافظ"

نور نے آناً فاناً فون بند کیا اور تیزی سے چلتے ہوئے اس دکان میں گھس گئی جہاں کچھ دیکھ کر وہ تھم سی گئی تھی۔

"یہ مگ پیک کر دیں۔" اس نے دکاندار کا دھیان ایک مگ کی جانب مبذول کروایا۔ وہ ایک چاکلیٹ رنگ کا مگ تھا جس پہ سیاہ رنگ میں ایک انگریزی جملہ تحریر تھا۔

"No Depresso, only Espresso."

اسے بیگ میں ڈال کر وہ ٹیکسی کی طرف بڑھی۔ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ اس نے یہ کیوں لیا؟ وہ اسے حدید کو دینے کا بھی کوئی ارادہ نہیں رکھتی تھی۔ اس نے تو کبھی کسی مرد کو تحفہ نہیں دیا تھا۔

☆☆☆

www.novelsclubb.com

گہما گہمی بھرے ماحول میں اس نے قدم رکھا تو سب نے اسے سلام کیا۔ کسی نے اس کی طبیعت پوچھی تو کسی نے عائشہ کی۔ وہ مسکراتے ہوئے سب کو جواب دیتے توصیف کے پاس پہنچی۔

"قول کی پکی ثابت ہوئی ہو۔"

وہ متاثر کن بولا۔ ساتھ ہی اس کے حسین چہرے پہ نگاہیں گاڑھیں تا کہ پرکھ سکے۔

"جب میں نے کہا تھا تو اس کا مطلب تھا کہ ایسے ہی ہو گا۔" اعتماد برقرار تھا۔

توصیف نے اندازہ لگایا کہ اس میں کچھ تبدیل ہو چکا تھا۔ شاید لہجہ، شاید انداز۔

"خوشی ہوئی۔ واصف تمہیں تیار کر دیتا ہے۔ کافی دنوں بعد لوٹی ہو تو ری ہرسل میں بھی وقت لو گی۔ اپنی لائنیں دہرا لو۔ تاکہ آسانی رہے۔" اس کے کندھے پہ تھپکی دے کر تشفی آمیز لہجے سے کہا۔

"مجھے سب یاد ہے۔ آپ کو فکر نہیں کرنی چاہیے۔" نور نے اپنے کندھے سے اس کا ہاتھ ہٹایا۔ یہ اس کی برہمی کا انداز تھا جو توصیف پہچان گیا۔

"تمہاری ماں کیسی ہیں؟" اپنی غلطی کا احساس ہوتے اس نے ناراضی کی دیوار پاٹنے کی کوشش کی۔

"میرا خیال ہے یہاں صرف میرے کام سے مطلب ہے۔ تو ماں کا پوچھنا اس سرد دیوار کو نہیں توڑے گا۔" اس نے ہر قدم کو رد کر دیا۔ ہاں ٹھیک ہے یہ اس کا

www.novelsclubb.com

پروفیشنل تعلق تھا مگر جذبات تو پروفیشنل نہیں ناہوتے۔احساسات تو مصنوعی نہیں ہوتے۔

"تم غلط سمجھ بیٹھی ہو۔"وہ اس کا رویہ دیکھ کر متفکر ہوا۔

"بس مجھے حقیقت کا اندازہ ہو گیا ہے۔"وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

"میں تمہیں نہیں سمجھا سکتا۔"وہ حقیقتاً اسے نہیں سمجھا سکتا تھا کہ پروفیشنل لوگوں میں بعض اوقات جذبات کو پرے کر کے چلنا پڑتا ہے تاکہ عرصے کی محنت برباد نہ ہو جائے۔وہ بس اپنا پیسہ اور اس کا کیریئر بچا رہا تھا۔

ایک گھنٹے بعد کیمروں کی روشنی میں وہ سین فلما رہی تھی۔کسی بھی قسم کی چوک کے بغیر وہ متاثر کن انداز میں اداکاری کے جوہر دکھا رہی تھی۔توصیف کو اسے دھمکی دینے پہ افسوس ہوا۔یہ لڑکی خزانہ تھی اسے کھونے کی بجائے اسے منانے میں ہی عافیت تھی۔

☆☆☆

برلن کی آب و ہوا میں آج خوشبو در آئی تھی۔ برف باری کی سفید تہہ آج دبیز نہ تھی۔ ہوا کی خنکی عروج پہ نہ تھی۔ سورج کی کرنوں نے اپنی جھلک دکھائی تھی۔ بادلوں نے شمس کو ڈھانپ کر آنکھ مچولی کھیلنی شروع کر دی۔ کنزہ نے ایک نظر اجلے نکھرے برلن کو دیکھا۔ یہ حدید کے آنے کا اثر تھا یا اس کی آنکھوں کی دھول چھٹ گئی تھی۔ جو پچھلے دو ہفتوں سے خوبصورتی دیکھنے سے قاصر تھی۔

وہ ابراہیم کی معیت میں ائیر پورٹ پہنچی۔ ابھی وہ اندر داخل ہی ہونے والے تھے جب پارکنگ میں ہی انہیں حدید گاڑی میں سامان لوڈ کرواتا نظر آ گیا۔ اس نے بھوری ہائی نیک کے ساتھ خاکی لانگ کوٹ اور سیاہ جینز پہن رکھی تھی۔ کنزہ کی آنکھیں اسے روبرو دیکھنے کے لیے ترس گئی تھیں۔ اسے لگاتار نہارتے اس کے معصوم چہرے پہ تبسم بکھر گیا۔

"دیٹس ناٹ فئیر حدید۔ تم نے پھر ہمیں غلط وقت بتایا۔" اس کو دیکھنے پہ پر مسرت کنزہ نے اس کے عمل پہ ناراضی دکھائی۔

www.novelsclubb.com

"آپ میرے انتظار میں یہاں کھڑے ہوتے تو مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا۔" وہ ابراہیم کے گلے لگتا بولا۔ ابراہیم نے اس کا ماتھا چوما۔

"کیسا محسوس کر رہے ہو؟" انہوں نے اس کے گرد ہلکا سا گھیرا بنا کر پوچھا۔ اس کے انداز و اطوار میں کچھ تبدیل ہو گیا تھا اور ابراہیم وجدانی یہ پرکھ چکے تھے۔

"مطمئن ہوں۔ اور آپ کنزہ میم؟" وہ نہایت تابعداری سے بولا۔

"مار کھاؤ گے مجھ سے اگر میم کہا تو۔" ناک سکوڑ کر اسے باز رہنے کو کہا۔

"ہینڈز اپ کنزہ میم" حدید نے ہلکے سے ہاتھ اٹھا کر شکست قبول کی۔

کنزہ نے اس کے کندھے پہ ہلکی سی چپت لگائی تو وہ مسکرائے بنا نہیں رہ سکا۔

"ڈیڈ یہ لڑکیوں کو کیا مسئلہ ہے۔ انہیں عزت دو تو انہیں اس پہ بھی غصہ آتا ہے۔" اس نے کنزہ کی حرکت پہ ابراہیم سے سوال پوچھا۔ لہجہ شرارتی تھا۔ شاید یہ زخرف اور زید کی صحبت کا کمال تھا۔ اس کی حس مزاح کچھ بہتر ہونے لگی تھی۔

"اب یہ تو لڑکیاں ہی بتا سکتی ہیں۔" انہوں نے کندھے اچکا دیے۔

www.novelsclubb.com

"دونوں نے ٹیم بنالی۔" کنزہ نے ناراضی سے بازو سینے پہ باندھ لیے۔ معصومیت بھرا چہرہ اس ناراضی میں مزید معصوم دکھنے لگا۔

"لیکن تم تو لیڈر رہو نا میری بیٹی۔" انھوں نے اس کو اپنے بازوؤں کے حلقے میں لے کر پچکارا۔

"مجھے نہیں بننا لیڈر" خفگی ہنوز قائم رہی۔

"اچھا اچھا نہیں بننا۔ موڈ نہیں خراب کرو۔" انھوں نے لاڈ سے مزید پچکارا۔

"اس کو دیکھ کر میرا موڈ خراب ہو سکتا ہے؟" اس نے حدید کی جانب اشارہ کر کے کہا۔ ایک پل کو حدید کے گلے میں گلٹی ابھری پھر معدوم ہو گئی۔ شاید اسے کنزہ سے دوری اختیار کر لینی چاہیئے۔ مگر وہ دوستی؟ وہ عمر بھر ساتھ نبھانے کا وعدہ؟

"اب ایسی بات کرو گی تو میں جیلس ہو جاوں گا۔" ابراہیم نے درمیان میں اپنی جگہ بنائی۔

"آپ حدید سے نہیں جل سکتے بابا۔" اس نے باپ کی جانب سے اعتراف کیا۔

www.novelsclubb.com

"ہینڈز اپ" انہوں نے بھی بیٹی کے آگے ہاتھ کھڑے کر دیے۔

"گھر چلیں؟" حدید نے ان کا دھیان بھٹکایا۔

"آج تمہیں گھر پہ ہی رہنا ہے۔ میں نے تمہاری پسند کی پاکستانی ڈشز بنائی ہیں۔ جب تک وہ سب ختم نہ کر لو میں جانے نہیں دوں گی۔"

وہ مسلسل بولتی چلی گئی وہ مختصر جواب دیتا رہا۔ برلن کی فضاؤں نے آنے والے وقت کی اداسی بھانپ کر راستہ بدل لیا۔

☆☆☆

شوٹنگ سے لوٹنے کے بعد فریش ہو کر وہ کچن میں چلی آئی۔ پیکڈ فوڈ کے کنٹینرز کھول کر انہیں پلیٹوں میں نکالا۔ عائشہ کو کھانا دیتے ہوئے اس کا دماغ شدید الجھن کا شکار تھا۔ وہ اس کی غائب دماغی پرکھ چکی تھیں مگر اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ بھنی ہوئی مچھلی کے پارچے کو کھاتے ہوئے وہ کسی غیر مرئی نقطے کو گھورتی رہی۔

("لقمان عالم ایک سیلف میڈ انسان تھا۔ اس نے سکالرشپ حاصل کر کے اپنی میڈیکل کی تعلیم مکمل کی اور ایک اچھے ڈاکٹر کی حیثیت اختیار کی۔" شوٹنگ کے

بعد اس نے فون پکڑا تو لقمان عالم کی ساری معلومات ایک پی ڈی ایف کی صورت اس کے پاس موجود تھی۔)

کھانے سے فارغ ہو کر عائشہ اپنے کمرے میں چلی آئی۔ کھانے کے برتن دھونے کے بعد اس نے چائے بنانے کے لیے الیکٹرک اسٹو آن کیا۔

("جاب کے چند ماہ بعد اس کی ودیعہ مختار نامی لڑکی سے شادی ہو گئی۔")

دودھ میں پتی شامل کی تو سفیدی بھورے پن میں ڈھلنے لگی۔ رنگت کی یہ تبدیلی طبیعت کو خوشگوار محسوس ہوتی اگر وہ غور سے اس بدلتی رنگت کو دیکھ پاتی۔ کون کہتا ہے کہ رنگ بدلنا ہمیشہ منفی ہی ہوتا ہے۔ کچھ رنگوں کی تبدیلی دودھ سے چائے کے سفر کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ جو دل کو بھا جائے۔ جو سکون اتار جائے۔ جو تھکاوٹ لے جائے۔ جو تازگی بخش جائے۔

("بیٹے کی پیدائش کے دوران ودیعہ اس جہان فانی سے کوچ کر گئی۔")

سارے کچن میں چائے کی مہک پھیلنا شروع ہو گئی۔اس نے گہرا سانس بھرا مگر خوشبو نے اس کے حواسوں پہ کوئی خاطر خواہ اثر نہ ڈالا۔

("لقمان عالم نے بیٹے کی پرورش کے باعث ڈاکٹر کی جاب سے استعفیٰ دے دیا۔ لیکن ان کی قابلیت کی وجہ سے انہیں میڈیکل کالج میں لیکچرار کے طور پہ بھرتی کر لیا گیا۔")

اس نے دو مگ ٹرے میں رکھے اور ان میں چائے انڈیلی۔ بھورے مائع کی باریک دھاری جھاگ بناتے مگ میں جگہ بنانے لگی۔

("وہاں اپنی ڈیوٹی سرانجام دیتے ہوئے اس نے ایک پراجیکٹ پہ بھی کام شروع کیا۔")

ٹرے تھام کر وہ عائشہ کے کمرے میں داخل ہوئی تو انہیں بیڈ پہ ٹیک لگا کر بیٹھے کوئی کتاب پڑھتے پایا۔وہ دروازہ بند کرتے ان کے قریب چلی آئی۔

("وہ پراجیکٹ کیا تھا یہ کوئی نہیں جانتا۔ مگر وہ بہت اہم تھا۔ کچھ ایسا جو زندگیاں تبدیل کر دیتا۔")

عائشہ کو مسکرا کر کپ تھماتے ہوئے وہ سامنے والے صوفہ پہ جا کر بیٹھ گئی۔ پیر جرابوں کے بغیر برف ہو رہے تھے۔ حدید دیکھ لیتا تو اسے کمبل اوڑھا دیتا۔

("پھر وہ اسی پراجیکٹ کے سلسلے میں جرمنی گیا۔ البتہ اس کا بیٹا اس کے ہمراہ نہیں تھا۔")

چائے کا گھونٹ حلق سے نیچے اترا تو جسم میں گرماہٹ در آئی۔ سرد موسم میں چائے کی نعمت عظیم تھی۔

www.novelsclubb.com

("پھر ایک دن وہ اچانک پاکستان آیا اور۔۔۔۔")

"نور بیٹا"

عائشہ نے اسے پکارا تو اس کی سوچوں میں انتشار برپا ہوا۔ اس نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔ سیاہ آنکھیں اداس تھیں۔ عائشہ ان کی اداسی سمجھنے سے قاصر تھیں۔

"بیٹا کوئی مسئلہ ہے تو مجھ سے شئیر کرلو۔" انہوں نے ممتا سے لبریز لہجے میں کہا۔

"نہیں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ بس کام زیادہ تھا تو تھکاوٹ ہو گئی۔"

اس نے آنکھیں مسلتے جواب دیا۔ وہ الگ بات تھی کہ ذہنی تھکاوٹ اصل وجہ بنی تھی۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ جو اذیت ذہنی تھکاوٹ دیتی ہے وہ جسمانی تھکاوٹ بھی نہیں دے سکتی۔ کیونکہ روح کے زخموں پہ دوا بھی اثر نہیں کرتی۔ ہاں لیکن دعا کارگر ثابت ہو جاتی ہے۔

"کس ہسپتال میں جاب کرتی ہو؟" آہ وہ کیوں بھول گئی کہ اس کی ماں کو کہانیاں بننے کا مسئلہ در پیش تھا۔ جانے کیوں لیکن وہ انہیں یہ نہیں بتانا چاہتی تھی کہ وہ بطور ایکٹریس کام کر رہی ہے۔ اندر کہیں ضمیر نے جھنجھوڑا تھا۔

"یہیں برلن میں ہے۔ زیادہ دور نہیں ہے۔" جھوٹ نہیں بولا تو سچ بھی نہیں کہا۔

"سپیشلائزیشن کرنے کا ارادہ ہے؟" وہ نارمل انداز میں بولیں۔ لیکن اندر کہیں وہ اپنی بیٹی کو جانچنا چاہ رہی تھیں۔

"فلحال نہیں"

"جیسے تمہیں مناسب لگے۔ بائی داوے چائے بہت مزیدار بنائی ہے۔" انداز تعریفی تھا۔ انہیں اپنی نور کے ہاتھ کی چائے ہمیشہ سے پسند رہی تھی۔ آج عرصے بعد پینی نصیب ہوئی تھی۔

"میری ماما نے سکھائی تھی۔" ان کی آنکھوں کے تاثرات دیکھتے اس نے نم لہجے میں مسکرا کر کہا تو ایک پل کو عائشہ کی انگلیاں کپکپائیں۔ اپنی بیٹی کو ایسی حسرت میں مبتلا دیکھنا صبر آزما تھا۔

"آپ کی ماما اب کہاں ہیں؟" جس دل سے انہوں نے پوچھا تھا یہ وہی جانتی تھیں۔

"وہ کھو گئی ہیں۔ آپ دعا کریں نا وہ مجھے واپس مل جائیں۔" عائشہ کے چہرے کو حسرت و محبت سے دیکھتے وہ پر نم ہوئی۔

"ادھر آؤ بچے" عائشہ نے بانہیں پھیلائیں تو وہ بے ساختہ اٹھتے ان کے پاس چلی آئی۔ان کے قریب بیٹھ کر ان کے گرد بازو پھیلا لیے۔آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔

وہ اس کی ماں تھی۔اس کا سب سے قیمتی اثاثہ۔

عائشہ نے اس کو محسوس کرتے سکون کی سانس خارج کی۔وہ ان کی بیٹی تھی۔ان کی محبتوں کی وارث۔

☆☆☆

وہ آفس آیا تو ماحول کچھ مختلف سا پایا۔وہ اس کی وجہ جانتا تھا مگر اس کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ فلحال وہ افان اور اس کی حرکتوں سے بیزار ہوتا۔اپنے آفس میں داخل ہوا تو مراد کو دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوئی۔

"لگتا ہے مجھ سے کوئی جرم سرزد ہو گیا ہے۔" سربراہی کرسی کی پشت پہ کوٹ پھیلاتے شرارت سے کہا۔

"جرم تو واقع ہو چکا ہے۔" اس کی حرکات و سکنات کو نگاہ میں نہ لاتے نظریں مسلسل اس کے چہرے پہ گاڑھے جواب دیا۔

"انٹرسٹنگ! کیا سزا ملے گی؟" اس پہ کوئی اثر نہ ہوا۔

"جزا اور سزا کو چھوڑ دو۔ تم یہ بتاؤ لقمان بھائی کی قبر پہ گئے؟" اس کے بیٹھتے ہی اس کے چہرے کے اتار چڑھاو پرکھتے سوال داغا۔

"تو ڈیڈ نے آپ کو بتا دیا۔" اس نے گہرا سانس خارج کرتے کہا۔

"تم مجھے سیدھا جواب دو گے حدید؟" وہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ تھے۔

"ہاں گیا تھا۔"

"صرف وہیں گئے تھے؟"

"آپ کا خیال ہے میں اتنے دن قبرستان میں بیٹھا رہا؟" وہ ان کے سوالات سے عاجز آکر بولا۔

"کہاں رہے ہو؟" اگلا سوال پیش خدمت تھا۔

"آپ میری تفتیش کیوں کر رہے ہیں؟" وہ اکتا کر بولا۔

"کیونکہ تم کچھ چھپا رہے ہو۔" جواب فوراً آیا۔

"رئیلی ؟ مثلاً ؟" دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم پھنسائے ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ نڈر اور بے خوف تھا۔

"تمہاری واپسی کب ہوئی ؟"

"کیوں کیا ڈیڈ نے اس بارے میں آپ کو مطلع نہیں کیا؟" اب کہ حدید کچھ طنزیہ بولا۔

"تم جھوٹ بولنے لگ گئے ہو حدید" انہوں نے نفی میں سر ہلاتے گویا افسوس سے کہا۔

"صرف جھوٹ ؟ مجھے جاننے والے کہتے ہیں میں لوگوں کو بیو قوف بھی بنا لیتا ہوں۔" اس نے افسوس میں مزید اضافہ کرنا چاہا۔

"مگر ہمیں کبھی دھوکے میں نہ رکھنا۔" انہوں نے اپنے مان کے سلامت رہ جانے کی دل سے دعا کی۔

"آپ مجھے ایسپریسو پلایا کریں یار۔ ساری ڈیلز منظور۔" وہ اچانک ہی غیر سنجیدہ ہوا۔

"جیسے میرے پلائے بغیر تم پیتے نہیں۔" وہ برا منا گئے۔

"اب قصور بھی تو آپ کا ہی ہے۔"

"بس بس ہر بار جتانا ضروری ہوتا ہے کیا؟"

اس نے کندھے اچکائے اور کریڈل پہ پڑا فون اٹھا کر ایسپریسو لانے کا عندیہ دیا۔

مراد نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ انہیں ان سیاہ آنکھوں میں دھوکہ دکھ رہا تھا۔

☆☆☆

کنزہ یونیورسٹی کے پارک میں بیٹھی ایک کتاب پہ لکیریں کھینچ رہی تھی جب صوفیا نے اس کے پاس آکر مداخلت کی۔

"کنزی! یو نو واٹ مجھے پتا لگ چکا ہے کہ وہ پاکستانی بیوٹی کوئین کی شوٹنگ کہاں ہے۔"

وہ حد درجہ پرجوش تھی۔ اور اسے مفت میں پرجوش کرنے کی خواہشمند بھی۔

"کونسی پاکستانی بیوٹی کوئین ؟"اس نے صوفیا کا لقب دہرا کر پوچھا۔

"مجھے اس کے نام کا پہلا لفظ بھول جاتا ہے۔وہی نور۔۔۔وہ جس نے دریا میں کود کر اپنی کولیگ کی جان بچائی تھی۔یاد آیا؟"وہ پر امید نظروں سے اسے دیکھتے مستفسر ہوئی۔

"ہوں"اس نے سرسری سا جواب دیا۔

"صرف ہوں۔تمہیں معلوم ہے میں اتنے دنوں سے وہاں چکر لگا رہی تھی مگر کبھی بھی وہ دکھائی نہیں دی۔لیکن کل مجھے علم ہوا کہ وہ دوبارہ سیٹ پہ آئی ہے۔میں اس سے ملنے جاوں گی۔اور تم میرے ساتھ چلو گی۔"

"او پلیز صوفیا۔اس بار نہیں۔"اس نے عاجز آ کر کہا۔یہ مروت نبھانا بھی بہت مشکل ہوتا ہے۔انسان کو نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی پسند کے خلاف جانا پڑ جاتا ہے۔

"تمہیں تو لازمی چلنا چاہیئے۔تمہارے ملک کی ہے۔"اس نے بہانہ تراشا تا کہ وہ قائل ہو جائے۔

www.novelsclubb.com

"تو کیا میں ہر پاکستانی کو دیکھنے کے لیے بھاگتی پھروں؟" کنزہ نے برا منایا۔ لو بھلا کیا اب وہ اپنے ملک کے باشندوں کو دیکھ کر انہیں سٹاک کرنا شروع کر دے تو ہی پاکستانی کہلائے۔

"اپنے پاکستانی کزن کو دیکھنے کے لیے تو بھاگتی ہی ہو۔"

"ڈونٹ کمپیئر حدید وداینی ون" کنزہ نے غصے بھری ناراضی سے انگلی اٹھا کر تنبیہہ کی۔

"سوری۔ میں تمہارے کزن کو کچھ نہیں کہہ رہی۔ لیکن پلیز بس آخری بار۔ اس کے بعد اگر تم چاہو گی تو ہی ہم جائیں گے۔ ٹھیک ہے؟" خجل سی ہو کر معافی مانگ کر اس نے آخر میں منت طلب نگاہوں سے کنزہ کو دیکھا جو پگھل گئی۔

"آخری بار" اس نے باور کروایا۔ سچ میں کنزہ ابراہیم کو منانا بہت آسان تھا۔

☆☆☆

وہ ایک سین شوٹ کروا کر میک اپ سیٹ کر رہی تھی جب اس کے عین پیچھے آئینے میں رودابہ کا عکس جھلملایا۔

"ہائے" اس نے خوش الحانی سے اسے اپنی جانب متوجہ کیا تو زخرف نے سر پیچھے گھمایا۔

"ہیلو" ہلکی سی پروفیشنل مسکراہٹ۔

"تمہاری ماما اب کیسی ہیں؟ توصیف نے جب بتایا تو بہت دکھ ہوا۔" اس نے فکرمندی سے حال احوال پوچھا۔ چہرے پہ پریشانی دکھائی دے رہی تھی۔

جب سے زخرف نے اسے ڈوبنے سے بچایا تھا۔ اس وقت سے وہ اس کے لیے دل سے دعا گو تھی۔

"اب بہتر ہیں۔" نور نے مسکرا کر جواب دیا۔

"تم تو اب یہاں ہو۔ تمہاری ماما۔۔۔ میرا مطلب ان کا خیال کون رکھے گا؟"

"فکر نہیں کرو۔ میں جانتی ہوں کہ مجھے اپنی ماں کا خیال کیسے رکھنا ہے۔ وہ میرے ساتھ ہی آئی ہیں۔" اس نے رودابہ کے کندھے پہ ہلکی سی تھپکی دی۔ شاید دونوں کے درمیان اب تعلق تلخی سے دور جانے والا تھا۔ اسی لیے کہتے ہیں نیکیاں کرتے

www.novelsclubb.com

رہنا چاہیئے۔ کیا معلوم کب آپ کی کونسی نیکی کسی کے دل میں آپ کا مقام و مرتبہ کتنا بلند کر جائے۔

"کیا سچ میں؟" وہ پر جوش سی بولی۔

"ہوں" اس نے ناسمجھی سے جواب دیا۔اس کے اتنا پر جوش ہونے کی کیا تک تھی۔

"تم مجھے ان سے ملواوگی؟" وہ پر امید سی بولی۔زخرف نور نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔

"وہ دراصل میری ماما کی وفات کو دو سال بیت چکے ہیں۔میری کوئی بہن بھی نہیں ہے۔تم نے میری جان بچائی تھی۔اب تم مجھے عزیز ہو گئی ہو۔ماضی کی بات اور تھی۔اور میں ایک بار تمہاری ماما کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں جنہوں نے تمہاری اتنی اچھی تربیت کی۔" وہ وضاحتی انداز میں ایک بار شروع ہوئی تو بولتی ہی چلی گئی۔

"بس بس رودابہ۔اب اتنا ایموشنل ہونے کی بھی کیا ضرورت ہے۔" زخرف نے قدرے جھینپ کر اسے خاموش کروایا۔

"اوہاں۔ میرا میک اپ خراب ہو جائے گا۔" وہ فوراً ہی پٹڑی کا رخ تبدیل کر گئی۔

نور زیر لب مسکرا دی۔ وہ ایک بے ضرر سی لڑکی تھی۔ جو صرف اپنا بھرم رکھنے کے لیے بولڈ ہونے کی کوشش کرتی تھی۔ آہ! یہ سوشل میڈیا اور اس کے دھوکے۔

"اور تمہیں ایسے دیکھ کر سب سوچیں گے میں نے تم سے کوئی تلخ بات کہہ دی ہے۔" اس نے ارد گرد نگاہیں دوڑاتے ورکرز کی نظریں خود پہ محسوس کرتے کہا۔

"اوپس۔ مائی مسٹیک۔ میرا سین ہے۔ میں تو چلی۔" وہ ہاتھ ہلا کر اسے گڈ بائے بولتے وہاں سے کھسک گئی۔ زخرف نور نے خود کو مسکراتے پایا۔ اسے نے آخری آج کا بس ایک اور نظر آئینے میں ابھرتے اپنے عکس پہ ڈالی۔ آدھے گھنٹے بعد اس کا ڈائیلاگ شوٹ ہونا تھا۔ اس وقت تک وہ نانا سے بات کر سکتی تھی۔

☆☆☆

سین فلمانے کے بعد سیٹ سے باہر نکلتے ہوئے اس کی نظر باہر موجود ایک لڑکی پہ ٹھہر سی گئی۔

("میرے لیے جو کنزہ ہے وہ کوئی اور نہیں۔")

سفید کارڈیگن کے ساتھ بھوری جینز میں ملبوس اپنے فون پہ جھکی وہ لڑکی بلاشبہ کنزہ ہی تھی۔ وہ اسے حدید کے حوالے سے جانتی تھی۔ وہ اسے کیسے بھول سکتی تھی جس کے ذکر پہ اس نے حدید کی آنکھوں میں اتنی عزت دیکھی تھی۔ کنزہ اس کی جانب نہیں دیکھ رہی تھی جبکہ زخرف اسی کو دیکھ رہی تھی۔ صوفیا نے اسے خود کی جانب دیکھتا پا کر ہاتھ ہلایا تو اس نے بھی مسکراہٹ اوڑھ لی۔ نور نے دیکھا کہ وہ لڑکی کنزہ کو زبردستی کھینچتے ہوئے اس تک لا رہی تھی۔ گویا اسے زبردستی لایا گیا ہو۔ اسی لیے وہ مسلسل اپنے فون پہ مصروف تھی۔ اس کے قریب بڑھتے ہوئے اس کے فون پہ کوئی کال آئی جسے اٹھاتے ہوئے اس کے چہرے پہ رونق آئی۔ نور نے اس کے چہرے پہ کھلتے ہوئے گلاب کی مانند شفاف ہنسی بکھرتی دیکھی۔ اس کی مسکراہٹ بہت معصوم تھی۔ زخرف نور نے زندگی میں کبھی اتنی معصوم مسکراہٹ نہیں دیکھی تھی۔ فون پہ کال سنتے ہوئے وہ اس کے قریب پہنچ گئی یہاں تک کہ اس کے

لبوں سے نکلنے والے نام کو زخرف نے بخوبی سنا۔وہ کال پہ حدید سے بات کر رہی تھی۔اس نے ایک بار بھی زخرف کی طرف نہیں دیکھا جبکہ صوفیا لگاتار اس سے کچھ کہہ رہی تھی جسے وہ غائب دماغی سے سن کر جواب دے رہی تھی۔دفعتاً کنزہ نے اس کی جانب دیکھا تو زخرف نے اس کا ٹھٹھکنا نوٹ کیا۔کال بند ہونے پہ وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔عنبری رنگ کے لباس پہ سفید جیکٹ پہنے اور گردن کے گرد مفلر لپیٹے وہ خوبصورت لڑکی مسکرا کر صوفیا سے بات کر رہی تھی لیکن خود پہ جمی کنزہ کی نگاہیں بھی محسوس ہو رہی تھیں۔کنزہ کی نظر صرف اس کے مفلر پہ ٹکی تھی۔

"اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات پوچھوں؟"اس نے صوفیا کی بات پوری ہوتے ہی اجازت چاہی۔اس لڑکی کی کمال کی تربیت ہوئی تھی۔

زخرف نے سر کے خم سے مثبت اشارہ دیا۔جانے اس نے حدید کے انداز اپنانا کب سے شروع کیے تھے۔

www.novelsclubb.com

"یہ مفلر۔۔۔یہ آپ نے کہاں سے خریدا؟"اس نے زخرف کی گردن کے گرد لپٹے مفلر کی جانب اشارہ کر کے سوالیہ پوچھا۔

زخرف نے ایک نظر مفلر کو دیکھا۔پرانے منظر نئے سرے سے آنکھوں کے سامنے چلنے لگے۔اس نے اپنے ذہن کو جھٹکا۔

"کسی نے گفٹ کیا تھا۔"وہ ساری باتیں فراموش کر کے اپنی پسند کی بات کر گئی۔

"دراصل بالکل ایسا ہی مفلر میں نے سپیشل اپنے کزن کے لیے بنوایا تھا۔اس کے ایک کنارے پہ اس کے نام کا پہلا حرف بھی لکھوایا تھا۔"اس نے اپنے تئیں صفائی پیش کی۔

"نائس"مصنوعی مسکراہٹ سے جواب دیا۔دل میں کچھ چبھا۔تو یہ مفلر بھی کنزہ نے حدید کو دیا تھا۔دل اچاٹ سا ہو گیا۔

"کیا یار ایک تو تم ہر وقت اس روبوٹ کی ہی بات کرتی رہتی ہو۔"صوفیا کو غالباًان کی باتوں میں حدید کا ذکر پسند نہیں آیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"بی ہیو صوفیا۔ حدید کے بارے میں ایک لفظ نہیں۔" اس معصوم لڑکی کے چہرے پہ برہمی نظر آنے لگی۔ وہ حدید کو لے کر شاید ضرورت سے زیادہ حساس تھی۔ کم از کم زخرف کو یہی محسوس ہوا۔

"اوکے سوری۔ پلیز ناراض نہیں ہونا۔" صوفیا کو اپنے الفاظ کا وزن بعد میں معلوم ہوا۔ لیکن اب موقع اور دستور دونوں گم تھے۔

"میں واپس جا رہی ہوں۔ تم آجانا جب تمہارا دل کرے۔" وہ ایک بھی نگاہ غلط ان دونوں پہ ڈالے بغیر وہیں سے واک آوٹ کر گئی۔ شاید یہ موضوع اور شخص بہت حساس تھے۔ صوفیا، نور سے ایکسکیوز کرتے اس کے پیچھے بھاگی۔ وہ اپنی دوست کو ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی مگر جانے انجانے میں کر چکی تھی۔ اب اسے منانا بھی اس کی دوستی پہ فرض تھا۔ زخرف نور نے کنزہ ابراہیم کے تحفے کے کنارے کو دیکھا جو اندر کی جانب فولڈ تھا۔ اسی لیے کنزہ وہ دیکھ نہ پائی۔ وہاں سفید رنگ سے اینچ لکھا تھا۔ یوں کہ جلدی کسی کی نگاہ میں نہ آتا۔ اس نے کنارہ واپس الٹ دیا۔ آنکھوں

میں چند پل قبل والی کنزہ کی آنکھوں کا عکس دکھا۔اس نے ان نظروں میں صرف محبت دیکھی تھی۔اس کا دل انجانے خدشے سے آشنا ہوا۔ایک گہرا سانس بھرتے وہ ٹیکسی کا انتظار کرنے لگی۔

☆☆☆

یہ ایک مشہور ڈیپارٹمنٹل اسٹور تھا۔جہاں ضرورت اور سہولت کی ہر شے دستیاب تھی۔وہ لمبی قطاروں میں لگی مختلف اشیاء کو جانچ کر انہیں اپنی ٹرالی میں رکھتے آگے بڑھ رہے تھے جب کسی نے ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔وہ چونک کر مڑے تو مقابل کو دیکھ کر اچنبھا ہوا۔انہیں غالباً نووارد کو یہاں دیکھنے کی امید نہ تھی۔

"ابراہیم اور گروسری؟"حیران نظروں سے دیکھتے اس شخص نے عجیب لہجے میں کہا۔

"شہروز اور میرا پیچھا؟"انہوں نے اس کی بات لوٹائی۔پھر ایک بھرپور نگاہ اس کے چہرے پہ ڈالی۔

"کچھ چیزیں انسان نہ چاہتے ہوئے بھی کرلیتا ہے۔" انہوں نے کندھے اچکا کر جواب دیا۔

"لیکن میں کوئی کام اپنی مرضی کے بغیر نہیں کرتا۔" انہوں نے باور کروایا۔اور وہاں سے جانے لگے۔

"بات کرنی ہے۔" وہ یکبارگی سنجیدہ ہوئے۔ابراہیم پل بھر کو ٹھہرے۔

"ہمارا ایسا کوئی تعلق نہیں رہا کہ کسی قسم کی کوئی بات کی جائے۔" انہوں نے رخ موڑ کر واپسی کے لیے قدم بڑھائے مگر شہروز کے اگلے جملے نے انہیں مزید چلنے نہیں دیا۔

"تم جس کی وجہ سے اتنا اتراتے ہو۔اگر اس نے تمہیں دھوکہ دے دیا تو کیا کرو گے ابراہیم وجدانی؟" وہ تلخ لہجے میں بولے۔یوں لگتا تھا جیسے اپنے اندر کا زہر انڈیلنے کے لیے کسی کا انتظار کر رہے تھے اور ابراہیم کی صورت وہ شکار مل گیا تھا۔

"یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔اور آئندہ حدید کے خلاف بات کرنے سے پہلے سوچ لینا۔پہلی اور آخری بار معاف کر رہا ہوں۔دوبارہ نہیں کروں گا۔" انہوں نے سخت لہجے میں تنبیہ کی۔ابراہیم وجدانی نے حدید عالم کے بارے میں غلط بولنے کا اختیار کسی کو نہیں دیا تھا۔

"تم سے معافی مانگی کس نے ہے؟ تم پچھتاؤ گے ابراہیم! حدید عالم پہ بھروسہ تمہاری زندگی کا سب سے بڑا خسارہ ہوگا۔" وہ زور دے کر بولے۔

وہ اس کی بات ان سنی کرتے وہاں سے ہٹ گئے۔شہروز بخت نے بمشکل اپنے غصے کو دباتے سٹور سے بے دخلی اختیار کی۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆

سیاہی سے بھری اس ویران جگہ پہ گہرا سکوت چھایا تھا۔یوں کہ کوئی قدم دھرتا تو اس کی آواز کانوں پہ گراں گزرتی۔کھنڈر نما اس جگہ پہ عجیب سی بو رچی بسی تھی۔ حدید اندر داخل ہوا تو دھول مٹی نے اس کا استقبال کیا۔اس نے ہاتھ سے ہوا کو دائیں بائیں کرتے اس فضا کی آلودگی کو دور کرنے کی کوشش کی۔مگر پھر بھی مٹی

کے ذرات اس کے ناک سے سانس کی نالی میں داخل ہو گئے۔اور وہ کھانسی لے کر رہ گیا۔

"سر یہ دیکھیں۔یہ نوٹ اس کی لاش کے پاس سے ملا تھا۔"رابرٹ نے کاغذ کا ایک ٹکڑا حدید کو تھمایا جس پہ سرخ خون کے چند دھبے خشک پڑ چکے تھے۔

حدید نے اس نوٹ کو اپنے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور ایک انگلی سے تھاما۔اس پہ اردو زبان میں ایک فقرہ درج تھا۔

"مجھ تک پہنچنے کی کوشش نہ کرنا۔ورنہ تمہاری زندگی اس گناہ کا خسارہ بن جائے گی جو تم نے کیا ہی نہیں۔"

اس نے جبڑے بھینچ لیے۔وہ شخص جو کوئی بھی تھا قریبی تھا۔وہ واقف تھا کہ حدید اردو پڑھنا،لکھنا اور بولنا جانتا ہے۔یا شاید یہ بھی اس کی کوئی چال تھی۔شاید وہ حدید کو گمراہ کرنا چاہتا ہو۔اور ایک حقیقت یہ بھی تھی کہ زخرف نور پہ حملہ کروانے والا کسی دوسرے ملک سے تعلق کیونکر رکھے گا۔لیکن اگر اس کا دشمن پاکستان میں ہے

تو وہ جرمنی تک کیسے کھیل رہا ہے۔ شاید اس لیے کیونکہ وہ اتنا اثر ورسوخ رکھتا ہے۔

دماغ میں ڈھیروں سوال درج ہونے لگے۔

"نہ تو تم ایک شخص سے اگلوا سکے نہ اس کی حفاظت کر سکے۔ اور تو اور سی ٹی وی کی فوٹیج تک غائب ہے۔" وہ اپنی بیوی پہ حملہ کروانے والے تک نہیں پہنچ سکا تھا۔ اس غم کو وہی جانتا تھا۔

"معذرت سر۔ میں نے ایک بندہ اس کی نگرانی پہ رکھا تھا۔" وہ پشیماں تھا۔ تو حدید نالاں۔

"اور اب وہ بھی غائب ہو گا۔"

www.novelsclubb.com

حدید نے اگلا اندازہ بتایا۔ رابرٹ نے سر جھکا لیا۔

"اگر میں کسی اور پہ بھروسہ کرتا تو تمہیں اس کی نگرانی کا ذمہ نہ سونپتا۔ تم نے سب برباد کر دیا۔" کاغذ کو مٹھی میں بھینچتے اس نے خود پہ ضبط کیا۔

"معذرت باس۔ لیکن کیا آپ کو واقعی لگتا ہے کہ وہ سچ بولتا؟" اس نے حدید کو دیکھ کر سوال پوچھا۔

"میں جانتا ہوں کہ وہ جھوٹ بولتا۔ لیکن میں اس کا جھوٹ سننا چاہتا تھا۔ اور کم از کم اس کی موت بالکل نہیں چاہتا تھا۔" آخر میں وہ افسوس سے بولا تو رابرٹ حیران ہوا۔

"کیوں؟" اسے آج تک اپنے باس کی سمجھ نہیں آئی تھی۔

"اس کی ایک فیملی ہو گی جو اس کا انتظار کر رہی ہو گی۔ اس کے کرتوتوں میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہونا چاہیے۔" بولتے ہوئے اس کا لہجہ نم سا ہوا جسے وہ فوراً چھپا گیا۔

www.novelsclubb.com

رابرٹ اپنی ندامت میں سر نہ اٹھا سکا۔

"کیا اس کی لاش لواحقین تک پہنچ گئی؟" حدید نے اگلا سوال داغا۔

"جی سر" حدید نے سر کو خم دیا۔

"آئندہ جو کام تمہیں دوں اسے خود ہی کرنا۔" آخر میں تنبیہی انداز اپنایا۔

"ایسا ہی ہو گا۔" وہ تائیدی لہجے سے سر کو خم دے کر بولا۔

حدید پلٹ گیا۔ کاغذ کو پینٹ کی جیب میں ٹھونستے وہ تاریکی سے نکل کر اجالے میں آ گیا۔ وہ اجالا جو اس کی زندگی میں کم ہی آتا تھا۔

☆☆☆

سگار پیتے ہوئے وہ سخت کبیدہ خاطر دکھ رہے تھے۔ انہیں بغاوت کی بو آ رہی تھی۔ شاید اسی لیے کیونکہ وہ خود بھی ایک باغی تھے۔ ملک کو لوٹنے والے ضرورت سے زیادہ شاطر ہوتے ہیں مگر ہوتے عام انسان ہی ہیں۔ کسی نے کسی جگہ سے چوٹ ان کو بھی لگتی ہے اور پھر نہ ان کی ذہانت کام آتی ہے، نہ پیشہ اور نہ ہی اثر و رسوخ۔ ان کی سوچوں کا تانا تانا حدید سے ابراہیم اور ابراہیم سے لقمان پہ جا کر ٹھہر جاتا۔ نازش کی کال نے انہیں خیالی دنیا سے باہر نکالا۔ انہوں نے سگار چھوڑ کر کال اٹھائی۔

"شہروز، عائشہ پاکستان میں نہیں ہے۔" دوسری جانب بے چین سی آواز کسی اور کی فکر میں گھلی جا رہی تھی۔

"فار گاڈ سیک نازش۔ کبھی کسی دوسرے کا حال بھی پوچھ لیا کرو۔" وہ پہلے ہی کڑھ رہے تھے اور نازش نے ان کے زخموں پہ نمک ہی تو رکھ دیا تھا۔

"دوسرے کا حال خراب کیسے ہو سکتا؟" وہ طنزیہ بولیں۔ یا شاید انہیں طنزیہ لگا۔

"مجھ پہ طنز کیے بغیر تمہارا گزارہ نہیں نا ہوتا۔" وہ افسوس سے بولے۔ ان کا رشتہ بھی ہمیشہ عروج و زوال کا شکار رہتا تھا۔ یا یہ کہنا درست ہو گا کہ زیادہ تر زوال کا ہی شکار رہتا تھا۔

"آپ جانتے تھے نا کہ عائشہ جرمنی گئی ہے۔" غالباً وہ عائشہ کی لوکیشن معلوم کر چکی تھیں۔

"اب اتنا بھی کوئی تیس مار خان نہیں ہوں میں جو ہر شے کا علم ہو۔" ملک کو لوٹنے والے کرنل صاحب نے خود اپنی توہین میں الفاظ بولے۔

"مجھے پاکستان آنے پر افسوس ہو رہا ہے۔" وہ دکھ بھرے لہجے میں بولیں۔ وہ جس کے لیے پاکستان آئیں وہ تو وہیں تھی جہاں وہ تھی۔ انہیں اپنی دوستی پہ افسوس ہوا۔

جانے عائشہ کیسی ہو گی؟ان کا دل تکلیف میں تھا۔دوست تکلیف میں ہو تو آپ کو پرسکون رہنے کا کوئی حق نہیں ہوتا۔

"فیملی تو یاد نہیں آرہی ہو گی۔"انہوں نے چوٹ کی۔عائشہ کے معاملے میں وہ شروع سے خود غرض اور شدت پسند تھیں۔حتی کہ اپنی اولاد کو بھی پیچھے ڈال دیتی تھیں۔

"میں نے آپ سے زندگی میں صرف ایک چیز مانگی تھی۔کہ آپ کبھی مجھے عائشہ کو ملنے سے نہیں روکیں گے۔"انہوں نے پرانا وعدہ پھر سے دہرایا۔

"میں نے ہمیشہ اپنا وعدہ نبھایا ہے۔"وہ کرسی پہ آگے کو ہو کر بیٹھ گئے۔اس وعدے کو نبھاتے ہوئے انہوں نے خود سے کیے کئی عہد توڑے تھے۔یہ وعدہ وہ نہیں توڑ سکتے تھے کیونکہ دوسری صورت ان کا رشتہ اپنی ہی بنیاد پہ ڈھے جاتا۔

www.novelsclubb.com

"امید ہے آگے بھی ایسا ہی ہو گا۔" انہوں نے فون بند کر دیا۔ شہروز نے تھک کر کرسی سے پشت ٹکالی۔ کچھ وعدوں کی پاسداری پوری عمر گردن میں طوق لٹکانے کے مترادف ہوتی ہے۔

☆☆☆

پانی کی سطح پہ اس کا وجود ساکت تھا۔ دھیمی چلتی سانس متوازن تھی۔ آنکھیں بند تھیں مگر ان میں کئی لا محدود سوچیں بھاگ دوڑ کر کے ذہن کو بوجھل کیے جا رہی تھیں۔ اس نے اپنے ذہن کو ڈپٹ کر صرف ایک سوچ کا سرا پکڑا۔ وہ ملائم اور نرم و نازک سرا اس کے ہاتھ آیا تو چہرے پہ تبسم ابھر آیا۔ وہ اس کے دل کی وہ امنگ تھی جس کے حاصل پہ انسان کو کسی اور شے کی طلب نہیں رہتی۔ دفعتاً الارم کی گھنٹی بجی تو اس نے سر جھٹکا اور پول سے باہر نکلا۔ پندرہ منٹ بعد جیسمین نے آ جانا تھا اس وقت تک اسے فریش ہونا تھا۔ باتھ ٹاول سے خود کو خشک کرتے اس نے کمرے کی طرف رخ کیا۔ کپڑے تبدیل کر کے وہ ڈریسنگ کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا جب گھر کی بیل بجی۔ اس نے آٹو میٹک ریموٹ سے دروازہ کھول کر جیسمین کو اندر

آنے کا موقع دیا۔ وہ سیدھا کچن میں جا کر ناشتہ بنانے لگی۔ وہ ٹیبل تک آیا تو اس کا ناشتہ موجود تھا۔ کرسی کھینچ کر وہ ابھی بیٹھا ہی تھا کہ اس کے فون پہ کسی کی کال آ گئی۔ نمبر دیکھ کر اس نے ایک نظر جیسمین کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اس کا باس کافی دنوں بعد گھر آیا تھا۔ دوسری جانب وہ ملازمین کے معاملے میں محتاط رہتا تھا۔

"آپ چند دن کی چھٹی کر لیں۔" اس نے نرم لہجے میں آگاہ کیا۔ ساتھ ہی ایسپریسو کا گھونٹ بھرا۔ رگوں میں دوڑتے خون کو گرماہٹ مل گئی۔

"مگر باس میری تنخواہ؟" وہ پھر سے چھٹیوں کا سن کر گڑبڑا گئی۔

"کیا آپ کو یہ کہنے کی ضرورت ہے؟" بریڈ پہ جیم لگا کر کھاتے ہوئے اس نے ابرو اچکا کر پوچھا۔

"سوری باس۔" وہ خجل سی ہو گئی۔

"آپ ابھی گھر جا سکتی ہیں۔" اس نے مزید اضافہ کیا۔

www.novelsclubb.com

"ٹھیک ہے باس"

وہ کچن کا سامان سمیٹنے کے بعد چلی گئی تو حدید نے اسی نمبر پہ دوبارہ کال کی۔ مقابل نے چھوٹتے ہی شکوہ کیا۔

"آپ کو بھول سکتا ہوں؟" اس نے شکوے پہ سوال کر ڈالا۔ اس کا صبح کا ناشتہ برائے نام ہی ہوتا تھا۔ اس وقت بھی وہ ایسپریسو کا مگ تھامے کرسی سے اٹھ چکا تھا۔

"دوبارہ چکر کیوں نہیں لگایا؟" بھرم اور مان سے ناراضی دکھائی گئی۔

"مصروف ہوں مام۔ بہت سا کام رہتا ہے۔" وہ سمجھ گئیں۔

"میں نے اس دن تمہاری آنکھوں کا پیغام پڑھ لیا تھا۔" انہیں حدید سے کچھ بھی کہنے میں کبھی دقت نہیں ہوتی تھی۔

"میں جواب نہیں مانگوں گا۔" پول کی جانب رخ موڑ کر اس نے ایسپریسو کا ایک اور گھونٹ بھرا۔

"بس ہمیشہ ایسے ہی یقین رکھنا مجھ پہ۔" آس ویاس سے بر جستگی سے کہا۔

"آپ کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔"

"میری بیٹی کی حفاظت کرنا حدید۔ اللہ کے بعد اسے تمہارے سپرد چھوڑا ہے۔" وہ پھر بے بس ماں بن گئیں۔

"آپ جانتی ہیں نا آپ کی بیٹی خود اپنی حفاظت کر سکتی ہے۔" اس نے نور کی بولڈ طبیعت کے لحاظ سے جواب دیا۔ اندر کہیں رشک نے سر اٹھایا کہ اس کی بیوی مار کھا کر نہیں مار کھلا کر آنے والوں میں سے ہے۔

"ہاں جانتی ہوں۔ مگر وہ جذباتی ہے۔ اس کی یہی خامی اسے خطرے کا شکار کر سکتی ہے۔" وہ اپنی بیٹی کی کمزوریوں سے ناواقف تو نہ تھیں۔

"اور بیو قوف بھی ہے۔" حدید نے اضافہ کیا۔

"اس نے سن لیا تو دھمکی لگا دے گی۔"

"جیسے میں ڈر جاوں گا اس کی دھمکی سے۔" اس نے ناک سے مکھی اڑائی۔

www.novelsclubb.com

"مگر اس کی محبت سے توڈر گئے ہو حدید۔" وہ اس کی غیر حاضری کی اصل وجہ جان چکی تھیں۔

"دروازے پہ کوئی آیا ہے مام۔ میں فون بند کر رہا ہوں۔" اس نے موضوع تبدیل کرنے کی نیت سے جھوٹ بولا مگر اسی وقت کسی نے دروازے پہ بیل بجا دی۔

اس نے کیمرے میں دیکھا تو کنزہ کی آمد پہ گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔ وہ لکھ کر دے سکتا تھا کہ یہ لڑکی کسی دن اسے سخت مشکل میں ڈالے گی۔

☆☆☆

کنزہ نے گھر میں داخل ہوتے ہی سلام کیا جس کا جواب دیتے اس نے صوفے سے اٹھنے کی کوشش نہ کی۔ وہ اس کے ساتھ والے صوفے پہ آ کر بیٹھ گئی۔ ہلکے گلابی رنگ کی کھلتی ہوئی ٹاپ کے ساتھ سفید ہائی ویسٹ پہنے اوپر سفید منی جیکٹ زیب تن کیے وہ کافی فریش دکھ رہی تھی۔

"میں تمہارے ساتھ آفس جاوں گی ہینڈ سم" اس نے آتے ہی اپنے آنے کا مقصد عیاں کیا۔ اور پھر نظر بھر کر حدید کو دیکھا۔ جو اپنے ازلی حلیے میں بے نیاز سا بیٹھا

www.novelsclubb.com

ایسپریسو کے آخری گھونٹ بھر رہا تھا۔ ساتھ موبائل پہ انگلیاں چلاتے ہوئے وہ کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔

"اگر ہینڈ سم کہا تو ساتھ نہیں لے کر جاوں گا۔" اس نے نظریں موبائل سے ہٹا کر تنبیہ کی۔

"اور جیسے میں مان لوں گی ہینڈ سم" ہینڈ سم پہ خاصا زور دے کر اسے زچ کیا۔

"کافی پیو گی؟" حدید نے فون کو جیب میں ڈالتے ہوئے سوال پوچھا۔ خود وہ اپنا مگ ختم کر چکا تھا۔

"جیسمین کہاں ہے؟" کافی والی بات پہ کنزہ کو اچانک ملازمہ کا خیال آگیا۔

"میں نے چھٹی دی ہے۔ کافی؟" اس نے بات ٹالنی چاہی۔

"تمہارے ہاتھ کی کافی کو کون کمبخت انکار کرے؟" وہ دلگیر لہجے میں بولی۔

"اتنے مسکے کیوں لگاتی ہو؟" صوفے سے اٹھتے ہوئے اس نے تنگ آکر پوچھا۔

"اتنے سوال کیوں پوچھتے ہو؟" اس نے سادگی سے سوال پہ سوال کر ڈالا۔

"سرینڈر" ہاتھ کھڑے کر کے وہ کچن کی طرف چلا گیا۔

☆☆☆

ناخنوں کو پسند کے سانچے میں ڈھالتے ہوئے وہ میوزک سن رہی تھیں۔ ہمایوں نے اندر آکر میوزک بند کیا تو ان کا دھیان بھٹکا۔

"کہاں ہے تمہارا بیٹا؟" وہ خاصے الجھے ہوئے تھے۔

"میرا بیٹا؟" انہوں نے طنز بھرا سوال کیا۔

"برہان کہاں ہے مائدہ؟" وہ تھک کر بولے۔

"جیسے وہ مجھے بتا کر جاتا ہے۔" انہوں نے لاپرواہی سے کہا۔

"وہ پھر بغیر سیکیورٹی کے نکل گیا ہے۔" وہ متفکر ہوئے۔ آخر کو باپ تھے۔ اپنی اولاد اور وہ بھی اکلوتی اولاد کو لے کر نہایت پریشان بھی۔

"آپ کو کیوں لگتا ہے کہ میرا بیٹا اتنا کمزور ہے کہ اسے ان سو کالڈ حفاظتی اقدامات کی ضرورت ہو گی۔" وار کرنے میں ان کا بھی کوئی ثانی نہ تھا۔

www.novelsclubb.com

"کمزور ہے اسی لیے تو باپ کے بھیجے بندے سے گولیاں کھا گیا۔" انہوں نے چوٹ کی۔

"کیا کرے وہ بھی۔ اسے امید نہیں ہو گی کہ اس کا اپنا سگا باپ یہ سب کر سکتا ہے۔" انہوں نے دل جلانے کے انداز میں زہر اگلا۔

"میرا خون جلانے کے علاوہ تمہیں کچھ کرنا نہیں آتا۔"

"آپ نے کچھ کرنے کے قابل ہی نہیں چھوڑا۔" وہ نیل پینٹ لگاتے ہوئے بڑبڑائیں۔

"اگر تمہارے ناخنوں پہ رنگ و روغن ہو گیا ہو تو ایک کپ چائے منگوا دو۔" کنپٹی کو انگلیوں سے مسلتے ہوئے انہوں نے اپنا تقاضا بیان کیا اور واش روم گھس گئے۔

مائدہ نے ملازمہ کو آواز دے کر دو کپ چائے منگوائی۔ ہمایوں فریش ہو کر باہر نکلے۔ چائے کا گھونٹ بھرتے یک دم انہیں عائشہ سے اپنی آخری ملاقات یاد آ گئی

جب وہ چائے ادھوری چھوڑ آئے تھے۔ سر جھٹک کر وہ حال میں داخل ہوئے اور کپ پکڑ کر بیٹھی مائدہ سے دوبدو مخاطب ہوئے۔

"برہان کی الیکشن کمپین شروع ہونے والی ہے۔ بابا اسے اپنی جگہ پہ لانا چاہ رہے ہیں۔"

"آپ نہ سہی آپ کا بیٹا ہی سہی۔" انہوں نے طنز میں ڈوبا نشتر چلایا مگر ہمایوں کو اب عادت ہو چلی تھی۔

"اسے محتاط رہنا ہو گا۔ وہ اس خاندان کا اکلوتا وارث ہے۔" انہوں نے تنبیہی انداز اپنایا۔

"اور آپ کی بھانجی؟" وہ تضحیک آمیز انداز میں بولیں۔

"وہ اس سب میں انٹرسٹڈ نہیں ہے۔"

"اسی لیے تو یہ جگہ بابا نے برہان کو دان کر دی۔ ورنہ میرا بیٹا تو کہیں پر بھی نہیں تھا۔"

www.novelsclubb.com

"تم نے ہمیشہ نور اور برہان کا موازنہ کیا ہے۔" افسوس سے کہا۔

"تو کیا بابا ایسا نہیں کرتے؟ وہ صرف اپنی بیٹی اور نواسی کو اہمیت دیتے ہیں۔" وہ ہتھے سے اکھڑ گئیں۔

"جان چھوڑ دو عائشہ کی۔ کیا بگاڑا ہے اس نے تمہارا؟" چائے کا کپ زور سے سائیڈ ٹیبل پہ جھٹک کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ بھورے مائع کے چند قطرے ٹیبل پہ گر کر ساری نفاست پہ داغ لگا گئے۔

"چھوڑا کیا ہے اس نے؟" وہ عجیب سے لہجے گویا ہوئیں۔

"میں یہاں سے دفع ہی ہو جاؤں تو بہتر ہے۔" غصے اور ملال سے اپنا کوٹ اٹھا کر وہ دروازے کی طرف بڑھے۔

"دروازہ بند کر جایئے گا۔" انہوں نے کوئی خاطر خواہ اثر نہ لیا۔

☆☆☆

وہ گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا جب اس کے برابر والی سیٹ پہ بیٹھی کنزہ کو اس کے گلے میں غائب مفلر دیکھ کچھ یاد آیا۔

www.novelsclubb.com

"حدید تم مفلر نہیں لیتے اب؟"اس کی خالی گردن سے یہی اندازہ لگایا۔

" کبھی کبھار لے لیتا ہوں۔"اس نے عامیانہ انداز سے جواب دیا۔

"تمہیں وہ لڑکی یاد ہے۔وہ جو ہمیں پکنک سپاٹ پہ ملی تھی۔ جس نے ایک ایکٹریس کو ڈوبنے سے بچایا تھا۔"اچانک کنزہ نے اس کا موضوع چھیڑا۔ سٹیرنگ گھماتے حدید کے ہاتھ پل بھر کو تھمے۔

"یاد نہیں "ازلی بے نیازی۔

"جانتے ہو کل میری اس لڑکی سے ملاقات ہوئی۔اس نے بالکل تمہارے جیسا مفلر پہن رکھا تھا۔ایک پل کو تو گمان گزرا کہ یہ وہی ہے۔"وہ ساری بات اس کے گوش گزار کر گئی۔

"اتفاق"عام سے لہجے میں جواب دیا۔

"ہوں"

وہ اس سے پاکستان کے متعلق باتیں کرنے لگ گئی۔ لیکن حدید کا ذہن برق رفتاری سے کام کرنے لگا۔

☆☆☆

وہ یونیورسٹی کی راہداری سے گزر رہا تھا جب کسی احساس کے ذریعے تھم گیا۔ ارد گرد نظریں گھمائیں مگر کسی کو اپنی جانب دیکھتا نہ پایا۔ کندھے اچکا کر وہ دوبارہ چلنا شروع ہو گیا۔ اسے کئی باریوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہو۔ اسی اثنا میں اسے کال موصول ہوئی۔ مراد صاحب کا نمبر دیکھ کر اسے اپنی لاپرواہی کا احساس ہوا۔

"آج میرا چیک اپ تھا فان"

"سوری بابا۔ میں بھول گیا۔" کندھے جھک گئے۔ وہ کبھی اچھا بیٹا نہیں بن پایا تھا۔

"شرمندہ نہیں کر رہا۔ تمہیں یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ تمہاری ماما واپس آ گئی ہیں۔"

"وہ آپ کی بیوی ہیں بابا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

میری ماں مر چکی ہے۔" سرد لہجے میں جواب دیا۔ مراد کے دل میں درد اٹھا۔

"تم حقیقت کو کب تک جھٹلاؤ گے؟" انہوں نے بھاری دل سے پوچھا۔

"میں اپنے دوست کے گھر رکوں گا۔ آج گھر نہیں آوں گا۔" اس نے بات تبدیل کر دی۔

"افان" وہ التجائیہ لہجے میں بولے مگر اس نے کال کاٹ دی۔ زخم اندیکھے ہی سہی مگر گہرے تھے۔ مرہم ایک سہی مگر رسائی کے پار تھا۔ چند گہرے سانس بھر کر اس نے خود کو کمپوز کیا۔ پھر ایک شناسا نمبر پہ کال ملائی۔

"آج میں تمہاری طرف رہ سکتا ہوں؟" آواز پر نم ہوئی۔

"تمہارے تایا کا گھر ہے افان۔ جب جی چاہے آ سکتے ہو۔" اس نے اس کی اپنائیت اور مان کا بھرم رکھ لیا۔

آدھا دن آفس میں گزار کر وہ واپس گھر جا رہی تھی۔ اسے صبح اپنی اسائنمنٹ جمع کروانی تھی۔

"شکریہ کنزے" وہ ممنون ہوا۔

"تم پریشان ہو؟" اس کی آواز کی بشاشت مفقود پا کر ہی اسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا۔ ورنہ وہ تو کنزہ سے ہمیشہ بہت ہشاش بشاش ملتا تھا۔

"تکلیف میں ہوں۔" گاڑی کے بونٹ پہ بیٹھتے اس نے صاف گوئی سے جواب دیا۔ وہ اس کا آئینہ تھی۔ وہ اس سے کچھ نہیں چھپا سکتا تھا۔

"آنٹی آئی ہیں؟" اسے اس اداسی کی وجہ سے بھی آشنائی تھی۔

"وہ ہماری زندگیوں سے جاتیں کیوں نہیں؟" لب بھینچ کر بے بسی سے پوچھا۔

"شاید وہ کوشش کرنا چاہتی ہیں۔" اس نے اپنا اندازہ لگایا۔

"مگر انہیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ مجھے ان کی ضرورت نہیں۔"

"گھر آ جاو۔ پھر بات کرتے ہیں۔ اور دھیان سے آنا۔" اس حال میں بھی اس کی خود کے لیے فکر پہ وہ مسکرا اٹھا۔ اب دل قدرے پر سکون تھا۔ مرہم تک رسائی اتنی بھی مشکل نہ تھی۔

☆☆☆

سیٹ تیار تھا۔ جس کے مطابق آج اس کی فلم کے ہیرو سے شادی طے تھی۔ چونکہ رودابہ اس فلم کی مرکزی ہیروئین تھی۔اس لیے اس کا کردار دوسری بیوی کا تھا۔ نانا کے مطابق سیکنڈ لیڈ۔

آج اسے سین میں ساڑھی پہننی تھی۔ سرخ کامدار ساڑھی جس پہ گولڈن کام کیا گیا تھا۔ سین شوٹ کرنے کے بعد اس کا ارادہ چند ایک ٹک ٹاک ویڈیو بنانے کا بھی تھا۔ یہ حقیقت ہی تھی کہ اس نے پہلی مرتبہ ساڑھی پہنی تھی۔اس کے فینز یقینا اسے اس لباس میں دیکھ کر مبہوت رہ جائیں گے۔ کیمرہ مین زسے فیور لے کر اس نے چند ویڈیوز ریکارڈ کروائیں۔ ویڈیوز دیکھ کر مطمئن ہونے کے بعد وہ گھر واپسی کے لیے لباس تبدیل کرنے جا رہی تھی جب اسے سامنے کافی فاصلے پہ حدید نظر آیا۔ وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ غالبا وہ یہاں کسی کام سے آیا تھا۔ یہ جانے بغیر کہ یہاں اس کی فلم کا شوٹ ہو رہا تھا۔اس کے سامنے ایک سوٹڈ بوٹڈ شخص کھڑا تھا۔ حلیے سے وہ کوئی بزنس مین ہی دکھ رہا تھا۔ وہ دونوں کافی سنجیدگی سے کسی

www.novelsclubb.com

موضوع پہ بات کر رہے تھے۔ دفعتاً حدید نے اسے بازو سے اشارہ کر کے ایک طرف آنے کو کہا۔ وہ خود بھی اس کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا مگر کسی کی نگاہ خود پہ محسوس کرتے اس نے نظریں گھمائیں۔ زخرف نے فوری نگاہوں کا زاویہ تبدیل کیا۔ اس کا ارادہ چینجنگ روم کی طرف جانے کا تھا۔ اور اسی وقت حدید کی نظر اس پہ آکر رکی۔ سرخ ساڑھی میں ملبوس گہرے میک اپ سے سجے خوبصورت نقوش والی اس کی بیوی تھی۔ دل نے ایک بیٹ مس کی۔ اسے اچانک دیکھ لینے کی خوشی بیان سے باہر تھی۔ وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی ورنہ اس کے بدلتے تاثرات دیکھ کر حیران رہ جاتی۔

"ڈینیل آپ دو منٹ انتظار کریں۔ میں ایک ضروری کال کر کے آتا ہوں۔"

مہمان کو بٹھا کر وہ برق رفتاری سے گلاس ڈور کھول کر باہر نکلا۔ چلتے ہوئے اس کے قدم تیز رفتار تھے۔ شاید وہ اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔

اسے دور جاتے دیکھ وہ بے ساختگی سے اسے پکار بیٹھا۔

www.novelsclubb.com

"زخرف" وہ تھم گئی۔اس وقت تک وہ اس کے قریب پہنچ گیا۔وہ پلٹی تو اس کے سنہرے بالوں میں بننے والی لہروں کی فضا کو حدید نے اپنی سانسوں میں مقید کیا۔اتنے قریب سے اس کو دیکھ کر حدید کا سانس سینے میں جام ہوا۔

"حدید؟"اس کے برعکس نور کا چہرہ نارمل تھا۔غالباً وہ اپنے جذبات پہ بندھ باندھ چکی تھی۔البتہ جسم میں ہلکی سی کپکپاہٹ ہو رہی تھی۔

"ایک میٹنگ کے لیے آیا تھا۔"فوراً وضاحت دی۔کہیں وہ یہ ہی نہ سمجھ لے کہ وہ پھر اسے سٹاک کر رہا ہے۔

"میری شوٹنگ تھی یہاں"اس نے سمجھتے ہوئے سر ہلا دیا۔پھر اپنی موجودگی کی وجہ بھی بیان کر دی۔

"تمہیں ٹھنڈ لگ رہی ہے۔"وہ اس کا کانپنا نوٹ کر چکا تھا۔

"لیکن اس بار میں تم سے جیکٹ نہیں لوں گی۔"اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

"میں نے جیکٹ پہنی بھی نہیں ہے۔"وہ بھی دوبدو بولا۔

"میں لباس تبدیل کرنے جا رہی تھی۔" اس نے یہاں سے جانے میں ہی عافیت جانی کیونکہ اسے اب حقیقتاً ٹھنڈ لگ رہی تھی۔ مگر اس کا بھرم آڑے آ رہا تھا۔

"شیور۔ میں چلتا ہوں۔" وہ بھی مزید مہمان کو انتظار نہیں کروا سکتا تھا۔ اسے آج بہت اہم موضوع پہ بات کرنی تھی۔

"سنو" وہ جانے کے لیے مڑا تو اس نے کسی خیال سے چونکتے اسے آواز دی۔ وہ پلٹ گیا اور سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"تمہاری کزن نے وہ مفلر میرے پاس دیکھا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ ہرٹ ہو۔ تم گھر آ کر وہ مفلر لے لینا۔"

"اور تم ایسا کیوں چاہتی ہو؟" وہ کنزہ کے بتانے کے باعث پہلے سے ہی جانتا تھا۔ اندر کہیں اسے خوشی ہوئی تھی کہ اس نے اس کا اوڑھایا مفلر سنبھال کر رکھا تھا۔

"وہ بہت حساس سی لڑکی ہے۔ اور یہ دنیا حساس لوگوں پہ تنگ ہوتی ہے۔ میں اپنی جانب سے اسے تکلیف نہیں دینا چاہتی۔" جانے نور کیوں اس قدر حساس ہونے

لگی۔وہ بھی ایک اجنبی کے لیے۔اس لڑکی کے لیے جو اس کے لیے خطرے کے سوا کچھ نہ تھی۔

"تم نے ایک ملاقات میں اتنا کچھ اخذ کر لیا۔" وہ متاثر کن بولا۔اس کی بیوی نے درست اندازہ لگایا تھا۔قابل رشک بات تھی۔

"میں انسانوں کو ایک بار میں ہی پرکھ لیتی ہوں۔" دنیا ادھر ہو جائے یا ادھر لیکن زخرف نور کی خود پسندی کبھی کم نہ ہوتی تھی۔

"انٹرسٹنگ۔لیکن وہ اب تمہارا ہے۔" اس نے اٹل لہجے میں کہا۔

"لیکن وہ تحفہ ہے۔" اس نے زور دیا۔

"اور وہ تحفہ کس کو دیا تھا؟" ماتھے پہ بل ڈالے استفسار کیا۔

"تمہیں"

"تو جب میں کہہ رہا ہوں کہ وہ تمہارا ہے تو اتنا کافی ہونا چاہئے۔ مجھے ابھی جانا ہے۔ بعد میں بات ہو گی۔" وہ ایک آخری نگاہ اس پہ ڈال کر پلٹ گیا۔ پیچھے وہ اس کی ہٹ دھرمی پہ کڑھ کر رہ گئی۔

☆☆☆

گھر آ کر سب سے پہلے اس نے کمبل کھینچ کر اوڑھا تھا۔ سارا راستہ وہ کپکپاتی آئی تھی۔ اتنی دیر ٹھنڈ میں سین فلمانے اور ٹک ٹاک ریکارڈ کروانے کے بعد اس کا ڈیزائنر کوٹ بھی اس کی ٹھنڈ میں کمی نہیں کر پایا تھا۔

"بد تمیز۔ جیکٹ نہیں پہنی تھی تو کوٹ تو پہنا تھا نا۔ وہ ہی دے دیتا۔" بڑبڑاہٹ بھری سرگوشی۔

اس وقت اگر وہ سچ میں اسے اپنا کوٹ دے دیتا تو اسے گرماہٹ مل جاتی۔ یا شاید وہ اس کے لمس کی گرماہٹ تھی جس کی وہ عادی ہوتی جا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"شرم کرو نور۔ کیا ایک ایک کر کے اس کے سارے کوٹ، جیکٹ اور مفلر سمیٹنے کا ارادہ ہے۔" اس نے خود کو ڈپٹا۔ اسی وقت اسے برہان کی کال موصول ہوئی۔ عائشہ دوسرے کمرے میں نماز پڑھ رہی تھیں اس لیے اس نے فون سپیکر پہ ڈال دیا۔

"نانا نے بتایا سیاست میں داخل ہو گئے ہو۔" اس کے بولنے سے قبل ہی وہ بول اٹھی۔

"ان کا حکم کیسے ٹال سکتا ہوں؟" وہ مودبانہ شریر لہجے میں بولا۔

"مبارک ہو۔" اس نے دل سے دعا دی۔

"جہنم میں جا رہا ہوں اور تم مبارک دے رہی ہو۔" وہ بے بسی بھرے انداز میں بولا۔

"مجھے امید ہے تم جہنم میں بھی گلشن کھلا دو گے۔" وہ اسے چھیڑنے لگی۔

"کافی اچھی امیدیں وابستہ ہیں مجھ سے۔" اس نے ذو معنی بات کی۔

"ہے تو سہی۔"

www.novelsclubb.com

"تمھیں کیا لگتا ہے الیکشن جیت جاؤں گا؟"

"جیت جاؤ گے۔" وہ مکمل یقین سے گویا ہوئی۔

"مگر میں نہیں چاہتا۔"

"پھر کیا چاہتے ہو؟" بالوں کو جوڑے میں باندھتے اس نے مصروف سا پوچھا۔

"کوئی فلم کمپنی کھولنا چاہتا ہوں تا کہ ہر وقت تمہارے ساتھ رہا کروں۔" وہ دلگرفتگی سے بولا تو وہ ہنس پڑی۔

"اس فریضے کو سرانجام دینے کے لیے تمھیں اتنی محنت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تمہارے لیے تو پھر کچھ بھی۔" کندھے اچکا کر اپنائیت سے کہا۔

"اچھا سنو۔ میرا دل کہتا ہے تم جیت جاؤ گے۔ جیتنے کے بعد سب سے پہلے میرے پاس آنا۔" وہ اس کو مس کر رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"قبول ہے۔ایک منٹ مجھے یاد آیا تم نے وہ ڈرائیور واپس بھجوا دیا جو میں نے بھیجا تھا۔" دلسوز سا بولتے اچانک ہی وہ سوالیہ ہوا۔

"جب میں نے کہا تھا کہ مجھے گاڑی نہیں چاہئے تو تمہیں نہیں بھیجنی چاہیے تھی۔"

اس نے ازلی بے نیازی سے جواب دیا۔

"تم بہت ضدی ہو۔" وہ ناراضی سے بولا۔

"تم سے کم"

"او کے او کے" اس نے ہاتھ کھڑے کر دیے۔دونوں قریبی دوست ہنستے مسکراتے گفتگو میں مصروف رہے۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆

وہیں دوسرے کمرے میں عائشہ نے ایک کال ملائی۔

"حدید! پراجیکٹ کی پروگریس رپورٹ؟" بے چینی ان کے انگ انگ سے جھلک رہی تھی۔

"بابا کا خواب جلد ہی پورا ہوگا۔" لہجے میں مضبوطی شامل حال تھی۔

"ان شاءاللہ "انہوں نے دل سے اس دعا کی مقبولیت مانگی۔

"میں آپ کا احسان نہیں اتار سکتا۔"ممنون لہجے سے الفاظ ادا کیے۔

"ماں بیٹے میں احسان کہاں سے آگیا حدید؟"وہ برا منا گئیں۔

"آپ ساس بھی ہیں نا۔بھول کیوں جاتی ہیں؟"اس نے گل افشانی کی تو وہ مسکرا اٹھیں۔

"تم بھولنے تھوڑی دو گے۔"

"میں جلد ہی آپ سے ملنے آوں گا۔"اس نے یقین دہانی کروائی۔

"سیدھی طرح کہو اپنی بیوی سے ملنے آو گے۔"وہ اسے زچ کرنے لگیں۔

"تنگ نہ کیا کریں مام"وہ جھینپ گیا۔

"یہ تم نور کو کیوں کہہ رہے تھے کہ میں نازش کے گھر نہ جاوں۔"وہ خالصتاماوں والی ٹون میں بولیں۔

"کیونکہ آپ کی دوست اس وقت برلن میں نہیں ہیں۔اوران کے شوہر سے آپ یقیناملنا نہیں چاہیں گی۔"

"تم یہ بات خود بھی مجھے بتا سکتے تھے۔"

"وہ۔۔۔"

"لیٹ می گیس تمہیں سمجھ نہیں آئی کہ تم نور سے بات کا آغاز کیسے کرو تو تم نے میرا ذکر شروع کر دیا۔" ان کے اندازے پہ وہ خاموش ہی رہا۔اعتراف اور انکار دونوں ہی بس میں نہ تھے۔

"مجھے کوئی مسئلہ نہیں حدید۔لیکن تمہیں نہیں لگتا کہ تمہیں وقت رہتے اسے اپنے احساسات بتا دینے چاہئے۔" وہ حدید کی فطرت سے واقفیت رکھتی تھیں۔اس کی رگ رگ سے آشنائی حاصل تھی۔اس کے دل کے جذبات تک رسائی تھی۔

"یہ بات آپ بھی جانتی ہیں اور میں بھی کہ ابھی یہ موقع درست نہیں ہے۔"

www.novelsclubb.com

"نہیں حدید۔ یہ صرف تمہاری خود کو دی جانے والی تسلی ہے۔" وہ اسے سمجھانے لگیں۔

"واٹ ایور"

"مجھے ملتے رہنا۔" نور کے قدموں کی آواز کمرے کے پاس سنتے ہی انہوں نے آخری جملہ کہا۔

اس نے دھیمی سی آمادگی ظاہر کر کے فون بند کر دیا۔

☆☆☆

وہ ٹیکسی کا انتظار کر رہی تھی جس وقت اس کے دائیں طرف ایک لڑکی آکر کھڑی ہوئی۔

"اگر خوبصورت لڑکیوں کے چہرے بگاڑ دیے جائیں تو کیا نظارہ ہو۔" اس لڑکی نے اردو میں کہتے ہوئے اس سے جواب مانگا تو ایک پل کو نور گھبرا گئی۔

"تمھیں کیا لگتا ہے کیمیکل اچھا رہے گا یا۔۔۔" وہ ہنوز اس کے چہرے پہ نگاہیں ڈالے عجیب طریقے سے اسے دیکھ رہی تھی۔نور کو اس کی نگاہیں خود میں کھبتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

"ایکسکیوز می؟" اسے لگا وہ غلطی کی بنا پہ اس سے مخاطب ہوئی ہے۔

"میں تم سے ہی مخاطب ہوں۔" وہ برجستگی سے بولی تو زخرف کا سانس حلق میں ہی اٹک گیا۔

"آپ کو کسی ایسے انسان سے مشورہ مانگنا چاہئے جو خوبصورت لڑکیوں کے چہرے بگاڑتا ہو۔" حتی الامکان خود کو نارمل ظاہر کرواتے وہ نڈر سی بولی مگر اندر سے دل کانپنے لگا۔اس نے ہزار ہا ڈراموں اور فلموں میں یہ سب دیکھ رکھا تھا جب کوئی دشمن اچانک کسی خوبصورت لڑکی پہ تیزاب ڈال کر اس کی خوبصورتی نوچ لیتا تھا۔

اس کا دل سوکھے پتے کی مانند لرزنے لگا۔یہ ٹیکسی کیوں نہیں آ رہی تھی؟

www.novelsclubb.com

"تم بتاؤ اگر تمہارا چہرہ تیزاب کی نذر ہو جائے تو تمہارے پاس پیچھے کیا بچے گا؟"

ایک پل کو وہ لاجواب ہو گئی۔اس نے پوری زندگی کبھی اپنا زوال نہیں سوچا تھا۔

کوئی بھی انسان نہیں سوچتا۔

اسی پل ٹیکسی قریب آئی تو وہ بمشکل خود کو گھسیٹ کر اس تک لائی۔

"یہ دنیا صرف خوبصورت چہرے دیکھتی ہے۔خوبصورت دل نہیں۔جس دن تم نے ظاہری حسن کھو دیا یہ دنیا تمہیں آسمان سے زمین پہ دے مارے گی۔"اس کے بیٹھنے تک وہ لڑکی آخری جملہ کستے ہجوم میں غائب ہو گئی۔پورا راستہ وہ خالی ذہن سے بیٹھی رہی۔ساری خوشگواری کلفت میں تبدیل ہو گئی۔آج کا دن اس نے بھاری دل سے گزارنا تھا۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆

انسٹا اور ٹک ٹاک پہ اپنا سوشل اکاونٹ کھول کر اس نے اپنی نئی ویڈیو پوسٹ کی۔سیکنڈز میں اس پہ لائکس کی آمد شروع ہو گئی۔وہ ساکت نظروں سے سکرین کو گھورتی رہی۔پانچ سے دس اور دس سے پندرہ منٹ گزرے۔وہ لگاتار موصول

ہونے والے کمنٹس دیکھتی رہی۔لائکس کی تعداد کا اضافہ۔ مگر آج دل بے سکون سا کیوں تھا؟

آج طبیعت بے زار کیوں تھی؟

یہی چیز تو اس نے ہمیشہ چاہی تھی۔ ضمیر کیوں بار بار اسے ملامت کر رہا تھا۔ہاں وہ ضمیر کی بات نہیں سنے گی کیونکہ یہ کامیابی کا دشمن ہوتا ہے۔وہ وہی کرے گی جو اس کا دل چاہے گا۔

زوال کو فراموش کیے وہ صرف اپنے عروج کو نگاہوں میں لیے بیٹھی تھی۔ہر انسان یہی سوچتا ہے کہ آہستہ آہستہ وہ صرف عروج کی سیڑھیاں چڑھے گا مگر کب پیر کسی زوال والی جگہ پہ دھڑا جائے علم ہی نہیں ہوتا۔اس نے جھرجھری لے کر خود کو اداسی والی کیفیت سے باہر نکالا۔

دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ دوبارہ اسی دنیا میں کھو گئی۔

☆☆☆

www.novelsclubb.com

عائشہ کو جس کوٹ کی تلاش تھی وہ مل کے نہیں دے رہا تھا۔اچانک ایک بیگ کو کھول کر کھنگالتے ان کی نظر ایک فوٹو فریم پہ جا کر ٹھہر سی گئی۔تصویر میں تین لوگ موجود تھے۔ان میں سے ایک کے خواب کو پورا کرنے کا عہد ہی انہیں یہاں تک کھینچ کر لایا تھا۔انہوں نے گہرا سانس بھرا۔اچانک ان کی نظر اس شخص کے ہاتھ میں پہنی اس سیاہ نگینے کی انگوٹھی پہ ٹھہر سی گئی۔دل میں چبھن کا احساس ہوا۔حلق میں آنسوؤں کا گولا سا بنا۔ماضی کے لمحات انہیں کھینچ کر اپنے پاس لے آئے۔

"سر آج ٹیچرز ڈے ہے تو یہ آپ کا گفٹ۔"اونچی جھولتی پونی لہراتے ہوئے ان کے قریب پہنچ کر اس نے گفٹ ریپر سے مزین ایک ڈبی ان کے سامنے پیش کی۔

"اس کی ضرورت نہیں تھی عائشہ"وہ خجل سے بولے۔

"مگر یہ آپ کا حق ہے۔"مسکراہٹ ہنوز چہرے پہ قائم تھی۔جوانی کی دنوں کی کشش اور شوخی بھی چہرے پہ رقص کر رہی تھی۔مگر لقمان نے کبھی اس کو اس انداز میں دیکھا ہی نہیں تھا۔

"شکریہ "اس کے ہاتھ سے گفٹ تھامتے ہوئے انہوں نے مشکور لہجے میں کہا۔

"سر اسے ابھی کھولیں نا"اس نے نئی فرمائش کر دی۔

"شیور"

انہوں نے گفٹ پیک میں لپٹی ڈبی کو کھولا تو آنکھوں کو خیرہ کر دینے والا سیاہ نگینہ دکھائی دیا۔

"یہ بہت خوبصورت ہے۔"آنکھوں میں بے ساختہ ستائش ابھری۔

"آپ کو سچ میں پسند آئی؟"اس کی آنکھوں کی جوت مزید جل اٹھی۔

"اس کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہے۔"وہ فلسفیانہ انداز میں گویا ہوئے۔

"اگر آپ اسے پہنیں گے تو مجھے خوشی ہو گی۔"نئی فرمائش پھر سے حاضر تھی۔

آنکھوں میں آس تھی جس کو مثبت جواب چاہئے تھا۔

"چمکتی چیزیں آنکھوں کو چندھیا دیتی ہیں۔بینائی جب کام چھوڑ جائے تو دنیا نظر نہیں آتی۔"وہ اپنی ہی دھن میں کہے گئے۔

www.novelsclubb.com

"مطلب آپ نہیں پہنیں گے؟" اسے ان کی باتوں کی سمجھ تو نہ آئی البتہ انکار جیسی وائبز ضرور ملیں۔

"کیوں نہیں پہنوں گا۔ میری فیورٹ سٹوڈنٹ کا تحفہ ہے۔ اسے کیسے رد کر سکتا ہوں۔" عائشہ کو مسکرا کر دیکھتے لقمان عالم نے اس انگوٹھی کو جیسے ہی انگلی میں پہنا عائشہ کا چہرہ اور تاثرات امر ہو گئے۔

دروازہ ناک ہوا تو عائشہ حال میں لوٹتے ہی بے ساختگی سے فریم کو کپڑوں کے نیچے کر گئی۔

"آ جاو بیٹا" چہرے پہ چھائی بے بسی کو چھپاتے انہوں نے پیار سے اسے پکارا۔

"آپ کچھ ڈھونڈ رہی تھیں؟" بیگ کو کھلا پڑا دیکھ اس نے اندازہ لگایا۔

"ہاں مجھے ٹھنڈ لگ رہی تھی تو کوٹ تلاش کر رہی تھی۔"

"آپ مجھے بتا دیتیں۔ کوٹ تو میں نے نیلے بیگ میں رکھا تھا۔"

"وہ نکال دو۔"

"ابھی نکال کر لاتی ہوں۔" وہ الماری کی جانب بڑھی تو عائشہ نے اپنی آنکھوں کو جھپکا۔ آنسو کا ایک قطرہ پھسل کر چہرے پہ بہہ گیا۔

☆☆☆

اس نے دروازے پہ دستک دی۔ اجازت ملتے وہ اندر داخل ہوا اور ایک بھرپور نگاہ پورے کمرے پہ دوڑائی۔ سوائے چند ایک چیزوں کے سب کچھ ویسا ہی تھا جیسا وہ چھوڑ کر گیا تھا۔ دانیال کمال نے چشمہ اتار کر کتاب کو سائیڈ میز پہ رکھا اور بیڈ کراون سے ٹیک ہٹائی۔

"آؤ برہان"

"آپ نے بلایا تھا۔" وہ تابعداری سے ان کے سامنے والے صوفہ پہ جا کر بیٹھ گیا۔

"طبیعت کیسی ہے اب؟" وہ فکرمندی سے بولے۔

"تین گولیاں ہی تو لگی تھیں ایسی بھی کونسی بڑی بات تھی؟" یہ اس نے صرف دل میں سوچا مگر بولا تو صرف یہی۔

"ٹھیک ہوں۔" حسین چہرے پہ دھیمی سی شائستہ مسکراہٹ تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تم نے زندگی کے کئی اہم سال ضائع کر دیے ہیں۔ نور سے ہی کچھ سیکھ لیتے۔ اس نے تئیس سال میں اپنی پسند کا کیریئر بنالیا ہے۔" اتنے عرصے بعد اسے کمرے میں بلا کر بھی وہ اس کا نور سے موازنہ کرنا نہ بھولے۔

"اب کیا کیا جاسکتا ہے۔ جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔" اس نے گویا ہوا میں بات اڑائی۔ وہ اس سب کا عادی تھا۔ اس کے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ ویسے بھی اسے نور سے کسی قسم کا کوئی حسد نہ تھا۔

"لیکن آگے ایسا نہ ہو۔"

"کوشش کروں گا۔"

"کوشش نہیں کرنی برہان۔ جان مارنی ہے۔ میں نے دو دن میں یہ مقام حاصل نہیں کیا۔ تمہیں اس سیٹ پہ لانے کا بھی ایک ہی جواز تھا کہ تم نے نور کی جان بچائی۔ یعنی تم اپنی فیملی کے لیے ہر حد تک جاسکتے ہو۔ تمہارے اسی عمل نے مجھے تمہیں یہ سیٹ سونپنے پہ مجبور کیا۔ ورنہ جس دن تم سی ایس ایس فیل کر کے

پاکستان سے بھاگے تھے میرے دل میں تم سے وابستہ ساری امیدیں دم توڑ گئی تھیں۔" وہ بولنا شروع ہوئے تو اس کے زخم بھی کرید گئے۔ عرصہ بیت چکا تھا مگر اپنی ناکامی آج بھی جزئیات کے ساتھ حسیات میں محفوظ تھی۔

"کیا اب آپ کو مجھ پہ امید ہے؟" اس نے دانیال کمال کے چہرے کو زیرک اور جانچتی نگاہوں کے حصار میں لیتے پوچھا۔

"اب تم بدل گئے ہو۔"

"شاید یہ تبدیلی مثبت ہے۔"

"ہاں بالکل۔ اب کام کی بات کی طرف آتے ہیں۔" وہ انہیں الیکشن کمپین کے بارے میں آگاہ کرنے لگے۔ وہ خاموشی سے ان کا کہا ہر لفظ ازبر کرنے لگا۔ سیاست کے داؤ پیچ جتنے سیکھے جائیں اتنے کم ہوتے ہیں۔

☆☆☆

اپنے آفس کی سربراہی کرسی کو گھما کر ایک دیوار کی جانب رخ کیے اس نے زید کو فون ملایا۔

"میں نے تم سے برہان کمال پہ نظر رکھنے کو کہا تھا۔" وہ سید حامد عے پہ آیا۔ اگر حال چال پوچھتا تو وہ بات کو جانے کہاں سے کہاں لے جاتا۔

"مزے کی بات ہے میرے باس نے بھی مجھے یہی کہا ہے۔" وہ ہنسا۔

"تمہارا باس ایسا کیوں چاہتا ہے؟" حدید نے اچنبھے سے دریافت کیا۔

"پہلے میرے اس ماہ کے پیسے بھیجو۔" وہ بھرم دکھانے لگا۔

"تمہارا پیٹ قبر کی مٹی ہی بھرے گی۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔

"میں مائنڈ کر گیا نا تو ہو گیا تمہارا کام۔" اس نے دھمکی دے ڈالی۔ کہ بھئی زید نائک سے بگاڑ کر تم جاوگے کہاں۔

"مجھے بلیک میل کرنے کی بجائے اگر تم کام پہ دھیان دیتے تو اب تک وہ کام ہو چکا ہوتا۔" اس نے جل کڑھ کر کہا۔

www.novelsclubb.com

"میں تمہاری کمپنی کا لیگل ایڈوائزر ہوں۔اور تم مجھ سے چوریاں کروا رہے ہو۔"

وہ ناراضی سے بولا۔ایک تو اگر زید کو ڈرامے کرنے کا شوق نہ ہوتا تو وہ کبھی حدید کی بات نہ مانتا۔

"وہ میرا حق ہے۔"

"فرائض پورے کرو اپنے شاباش۔"

وہ بغیر اثر لیے بولا۔

"کونسے فرائض ادھورے چھوڑے؟"

"اب مجھے ہر ماہ میری تنخواہ بھجوانا بھی تمہارا فرض ہے جس میں تم کوتاہی کر رہے ہو۔"

"جس تاریخ کو ایک ماہ ہونا ہے اس میں ابھی پانچ دن باقی ہیں۔" وہ بزنس مین تھا سو پیسوں کے معاملے میں اس کا حساب کبھی خراب نہیں ہوتا تھا۔

"سارے حساب مجھ سے ہی کیا کرو۔" وہ خفگی سے بولا۔

"تم برہان کے بارے میں کچھ بتا رہے تھے۔" وہ اسے موضوع سے ہٹتا دیکھ واپس مستفسر ہوا۔

"وہ ویسا نہیں ہے، جیسا دکھتا ہے۔" اس نے سنجیدگی سے بتانا شروع کیا۔

("برہان کمال نے آتے ہی میدان مار لیا۔" ٹی وی پہ نشر ہونے والی خبروں پہ نگاہیں جمائے دانیال کمال پر مسرت تھے۔)

"کیا مطلب؟" ابرو سوالیہ اکٹھے ہوئے۔

"وہ ایک ظالم شخص ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اسے ایک آدمی کو بے دردی سے گولیاں مارتے دیکھا۔" اس نے جھرجھری لیتے وہ واقعہ دہرایا جب اس پہ نظر رکھتے ہوئے وہ روح کو جھنجھوڑ دینے والا واقعہ اس کی یادداشت نے حفظ کیا تھا۔

پچھتاوا الگ تھا کہ وہ اس آدمی کے لیے کچھ کر نہ سکا تھا۔

(اس نے اپنی کامیابی پہ سب سے پہلے نور کو فون کیا۔ وہ اسے جلد ہی اپنی برلن آمد کا تذکرہ کر رہا تھا۔)

"اس کا پاکستان واپسی کا صرف ایک ہی مقصد تھا اور وہ تھا سیاست۔"

(ہمایوں کمال نے مسکرا کر اسے گلے لگایا۔وہ اکتایا ہوا دکھ رہا تھا۔)

"وہ اتنا عرصہ پاکستان سے باہر کہاں رہا۔اس بات سے کوئی باخبر نہیں۔"

(مائدہ اس کے صدقے واری جا رہی تھی۔اس نے آگے بڑھ کر ماں کا ماتھا چوما۔)

"وہ کسی غلط راہ کا مسافر ہے۔"

اس نے آخری جملہ کہا تو حدید نے فون بند کر دیا۔معاملہ اس کی سوچ سے زیادہ الجھن زدہ تھا۔اپنے اور پرائے کا فرق ختم ہوتا جا رہا تھا۔

(برہان نے ایک نمبر پہ کال ملائی۔سامنے والے نے اسے مبارکباد دی۔

"ویلکم ٹو پالیٹکس برہان کمال" خود کو آئینے میں دیکھتے اس نے مغرور جیت جانے والے انداز میں کہا۔)

(زخرف نور اس کی کامیابی پہ شادمان سی مسکراہٹ سجائے کچھ پکانے میں مصروف تھی۔سامنے یوٹیوب کی کوئی ویڈیو کھلی تھی جس پہ ریسپی کی ترکیب چل رہی تھی۔)

برلن کو برہان کمال کے قدموں کا انتظار تھا کیونکہ اس کی آمد پہ ہی وہاں وہ عظیم داستان رقم ہونی تھی جو صدیاں یاد رکھی جانی تھی۔

☆☆☆

باقی آئندہ ماہ ان شاءاللہ

www.novelsclubb.com